ABC سے تصدیق شدہ اشاعت
ماہنامہ

مرآۃ العارفین

لاہور
انٹرنیشنل
جلد نمبر 15
شمارہ نمبر 9
جنوری 2015ء۔ ربیع الاول 1436ھ
WWW.ALFAQR.NET

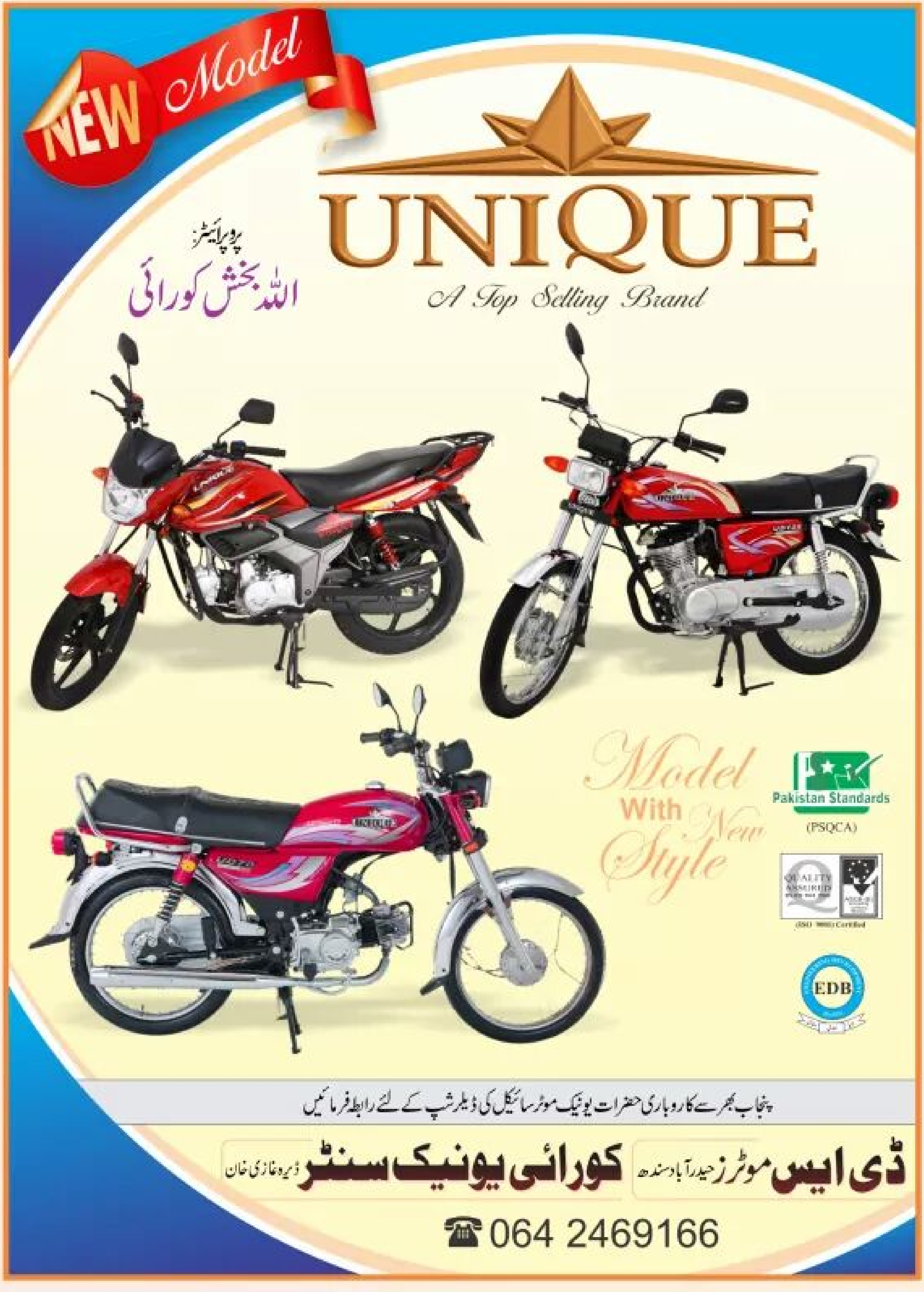
NEW Model
UNIQUE
A Top Selling Brand
پروپرائیٹرز
اللہ بخش کورائی
Model With New Style
Pakistan Standards
(PSQCA)
EDB
پنجاب بھر سے کاروباری حضرات یونیک موٹر سائیکل کی ڈیلر شپ کے لئے رابطہ فرمائیں
ڈی ایس موٹرز حیدر آباد سندھ
کورائی یونیک سنٹر ڈیرہ غازی خان
064 2469166

مسلسل اشاعت کا پندرھواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاہور

جنوری 2015ء ۔ ربیع الاول 1436ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر

سلطان الفقر

حضرت سخی سلطان

محمد اصغر علی صاحب

سروری قادری

چیف ایڈیٹر

صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹر

طارق اسمٰعیل ساگر

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان۔
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں۔ نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		03
	اداریہ		
2	دستک		04
	صلائے عام		
3	حدیثِ جبریل اور انسانِ کامل کی تشکیل (فکری خطاب)	صاحبزادہ سلطان احمد علی	05
4	(رپورٹ) سالانہ ملک گیر دورہ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین	ادارہ	10
	مذہبی		
5	میلادِ مصطفٰے ﷺ	مفتی محمد مطیع اللہ قادری	17
	تاریخی		
6	اوراقِ گم گشتہ	اُسامہ بن اشرف	20
	باھُو شناسی		
7	انٹرنیشنل "سلطان باھُو اور مولانا رومی" کانفرنس	مسلم انسٹیٹیوٹ	37
8	تعلیماتِ حضرت سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) کی روشنی میں فحاشی و زنا سے بچنے کے طریقے	ایس ایچ قادری	42
9	امیر الکونین	مترجم: سید امیر خان نیازی	48
10	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49
11	حکایاتِ باھُو	ایم رحمت	49

ایڈیٹوریل بورڈ

سجاد علی چوہدری
- محمد افضل عباس خان ● ایم۔رحمت
- محمد سیف الرحمٰن ● سہیل شہزاد

آرٹ ایڈیٹر

محمد احمد رضا

اندرون ملک نمائندے

اسلام آباد	مہتاب احمد
کراچی	ایس ایم حسین
فیصل آباد	ڈاکٹر غضنفر عباس
ملتان	شبیر حسین
لاہور	حافظ محمد ریحان
کوئٹہ	رسالت حسین
پشاور	سید حسین علی شاہ
آزاد جموں کشمیر	بی ۔ جی ۔ حنیف

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمائندگان
اٹلی	چوہدری ناصر حسین
انگلینڈ	منظور احمد خان
جاپان	نعیم اللہ خان نیازی
جنوبی کوریا	ساجد عباس
ساؤتھ افریقہ	آصف ملک
سعودی عرب	مہر کریم بخش
سپین	محمد عقیل
فرانس	امجد علی
کینیڈا	ثقلین عباس
کویت	ہارون یوسف
متحدہ عرب امارات	کرامت حسین
ملائشیا	محمد شفقت
یونان	محمد شکیل

فی شمارہ نیوز پیپر 25 روپے — سالانہ (ممبرشپ) 300 روپے

فی شمارہ آرٹ پیپر 50 روپے — سالانہ (ممبرشپ) 600 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
200	100	80

اپنی بہترین اور موثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-8676572

برائے خط و کتابت: ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور

Ph&Fax: +92-42-37509009

E-mail: miratularifeen@hotmail.com

www.alfaqr.net

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس ریلوے روڈ لاہور سے چھپوا کر ... لاہور سے شائع کیا

اللہ

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ O (البقرۃ:۲۳۸)

’’سب نمازوں کی محافظت کیا کرو اور بالخصوص درمیانی **نماز** کی، اور اللہ کے حضور سراپا ادب و نیاز بن کر قیام کیا کرو۔‘‘

من حافظ علی الصلوٰۃ کانت له نورا و برهانا و نجاۃ یوم القیامۃO

(کنزالعمال، کتاب الصلوٰۃ ص ۱۲۱)

’’جس شخص نے **نماز** کی حفاظت کی اس کیلئے نور اور برحان ہوگی اور قیامت کے دن نجات کا ذریعہ بنے گی۔‘‘

سلطانی محبوب سبحانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

نماز شریعت وہ ہے کہ جس کی خبر تمہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان ”حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی“ (حفاظت کرو تمام نمازوں کی خاص کر وسطیٰ نماز کی۔) میں دی گئی ہے اور اس سے مراد وہ نماز ہے کہ جس کے ارکان قیام و قرأت و رکوع و سجود و قعود و آواز و الفاظ وغیرہ کو اعضائے ظاہری اور حرکاتِ جسمانی سے ادا کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ”حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ“ میں جمع کا صیغہ استعمال کر کے ”صَلٰوۃِ“ کی بجائے ”صَلَوٰتِ“ کا لفظ فرمایا ہے اور **نماز** طریقت وہ دائمی قلبی نماز ہے جس کی خبر اس آیتِ مبارکہ میں صَلٰوۃِ الْوُسْطٰی (وسطیٰ نماز) کہہ کر دی گئی ہے کہ قلب کو جسم کے وسط (درمیان) میں پیدا کیا گیا ہے یعنی دائیں اور بائیں پہلو کے وسط میں، جسم کے بالائی اور زیریں حصہ کے وسط میں اور سعادت و شقاوت کے وسط میں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ’’بے شک اولادِ آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جدھر چاہتا ہے اُنہیں پھیر دیتا ہے‘‘۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں سے مراد اُس کے قہر و لطف کی دو صفات ہیں۔ (سرالاسرار:۱۴۱)

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

عاشق پڑھن نماز پرم دی جیں وچ حرف نہ کائی ھُو

جیہاں کیہاں نیت نہ سکے اوتھے دردمنداں دل ڈھوئی ھُو

اکھیں نیر تے خون جگر دا اوتھے وضو پاک کریوئی ھُو

جیبھ نہ ہلّے تے ہوٹھ نہ پھڑکن باھُو خاص نمازی سوئی ھُو

فرمان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

’’اسلامی تعلیمات کی درخشندہ روایات و ادبیات کس امر پر شاہد ہیں؟ دنیا کی کوئی قوم جمہوریت میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی جو اپنے مذہب میں بھی جمہوری نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ (اجلاس مسلم لیگ لکھنؤ - ۳۱ دسمبر ۱۹۱۶ء)

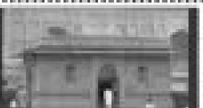

فرمان علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اِک بہانہ بنی

(بانگِ درا)

ظلم ووحشت کو آخر کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟

اِس وقت صرف پاکستان یا دُنیائے اِسلام ہی نہیں بلکہ پوری دُنیا سلگتے لوہے اور دہکتی آگ کی لپیٹ میں ہے اور نا اُمیدی، جنگ اور تباہی کے سائے ہر طرف منڈلا رہے ہیں ایک دم توڑتا ہوا عالمی نظام بھی ان تمام امیدوں کے چکنا چور ہونے کی ایک بڑی وجہ ہے- یوں لگتا ہے کہ صوفیا و انسان دوست مفکرین نے جن تباہیوں کے آنے کا عندیہ دیا تھا اسے نظر انداز کیا گیا اور وہ ضروری لوازمات معاشرہ نے نہ اپنائے جو کہ اُن عظیم لوگوں نے قرآن وسُنّت کی روشنی میں تجویز کیے تھے- آئندہ بھی اگر اُنہیں اِسی طرح نظر انداز کیا جاتا رہا تو خوف، یاس وقنوطیت اور تباہ کاریوں کے یہ بادل چھٹیں گے نہ ہی ظلم ونفرت کی یہ سیاہ رات ختم ہوگی جس کی ظلمت کی لپیٹ میں مشرق و مغرب ڈوبے ہوئے ہیں- ہمیں قتل وغارت اور بازارِ وحشت کو گرم دیکھ کر یہ ضرور سوچنا چاہئے کہ کیا یہ آج کے عہد ہی میں ہو رہا ہے یا ’’یونہی ہمیشہ اُلجھتی رہی ہے ظلم سے خلق؟‘‘ ظلم ووحشت کی روایت نئی نہیں ہے ہزاروں برس سے انسانیت اِسے بھگت رہی ہے- وہ لوگ جنہوں نے نفرت کو قابلِ نفرت سمجھا اور اِس آسیب وبلا سے انسانیت کو محفوظ رکھنے کی تراکیب سوچیں انہوں نے ہمیشہ کلامِ اِلہامی یعنی وحیٔ رحمانی سے رہنمائی حاصل کی اور یہ بتایا کہ چونکہ اعمال کا دارومدار نیت پہ ہے اور نیت کا تعلق عالمِ ظاہر سے نہیں بلکہ عالمِ باطن سے ہے- لہٰذا اِنسان کے شفیق ورحیم ہونے کا معاملہ اِس کے ظاہری اعضائے بدن کا نہیں بلکہ اِس کی باطنی ورُوحانی نشوونما سے ہے- جس فرد یا قوم کے اعضائے بدن سے وحشت وظلم کا اِظہار ہو رہا ہو دراصل وہ ظلم ووحشت اُس فرد یا قوم کے باطن، اُس کے اندر کے ظالم ووحشی کی ترجمانی ہوتی ہے کیونکہ اعضا وہی کرتے ہیں جس پہ خواہش اُکسائے اور خواہش انسان کے باطن سے پیدا ہوتی ہے- جب تک خواہش یعنی باطن میں ہی شفقت ورحم نہ پایا جائے تو اعضا سے کِس طرح شفقت ورحم کی توقّع رکھی جاسکتی ہے- فرد اپنی انفرادی زندگی اور قوم اپنی اجتماعی زندگی میں جب تربیّتِ باطن کو ترک کر دیتے ہیں تو گویا ظلم ووحشت کا تُخمِ ناپاک بدستِ خویش وہ اپنی زندگی کی کیاری میں بو دیتے ہیں جس کا ثمر وہ پائیں یا اُن کی آئندہ نسل، بہرحال یہ فصل کاٹنی اور اس کی خاکِ زہر آلود چاٹنی ضرور پڑتی ہے-

آج پوری دُنیا کو بالعموم اور اسلامی دُنیا کو بالخصوص جن چیلنجز کا سامنا ہے یہ دو رویّوں سے پھوٹے ہیں: (۱) مذہب کے نہ ماننے والوں کی مادیت پرستی (۲) مذہب کے ماننے والوں کی رسم پرستی-

اِن دونوں رویّوں نے انسان کو انسانی احساسات وحساسیّت کے اصل پہلو یعنی روح یا روحانیت سے سینکڑوں میل دور جا پھینکا جس وجہ سے مادیت پرستی ورسم پرستی کے مابین ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کا آغاز ہوا- اگر مادہ یا رسم اِن دونوں سے ایک ارفع واعلیٰ انسانی مقصدِ حیات خارج کر دیا جائے تو یہ دونوں شُترِ بے مہار کی طرح شدّت وانتہا پسند ہو جاتے ہیں اور دامنِ اعتدال اِن کے ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے- مادی ترقّی اِسی صورت میں نتیجۂ خیر پہ منتج ہو سکتی ہے جب اس کا مقصد انسان کی ضرورتِ حقیقی کو سہولت فراہم کرنا ہو اور رسوم وروایاتِ دینی بھی اس وقت انسان کے اندر شفقت ورحم پیدا کرتی ہیں جب ان کا مقصد اپنے من کی کائنات میں اُترنے کا ہُنر جاننا ہو اور معبودِ حقیقی خُدائے وحدہٗ لاشریک سے اپنے تعلّق کو اس نفاست ومضبوطی کے امتزاج سے قائم کرنا ہو کہ معاملات میں نفاست سرایت کر جائے اور اعمال میں پختگی واقع ہو جائے اور بندہ اُس کے منصبِ نیابت کا حقیقی ترجمان بن جائے- یہ اسی صورت ممکن ہے جب انسان ہتھیار اور تعداد کو اپنی اصل طاقت سمجھنے کی بجائے اللہ جل شانہٗ سے تعلّق روحانی کو اپنی اصل طاقت سمجھے- حکیم الاُمّت حضرت علاّمہ اِقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی با مقصد حکیمانہ شاعری میں دُنیا بھر کو بالعموم اور اِسلامی دُنیا کو بالخصوص یہی پیغام دیا کہ جب تک بندہ اپنی قُوّتِ روحانیہ کو زندہ وبیدار نہیں کرتا، جب تک اپنے من کی کائنات میں اُترنے کا ہُنر نہیں سیکھتا، جب تک اپنے وجودِ باطن میں پوشیدہ اسرار ورموز کو نہیں پاتا، جب تک قلبِ انسانی کی وسعتوں میں پاک ونوری پردوں میں چھپے خزانۂ نُورِ پروردگار تک رسائی حاصل نہیں کرتا اور جب تک اللہ تعالیٰ کی ذات سے اپنا روحانی تعلّق قائم نہیں کرتا اُس وقت تک یہ خلافت ونیابتِ ظاہری وباطنی کا حقدار ومستحق نہیں ٹھہرتا- یوں تو اقبال کا سارے کا سارا کلام ونثر اسی پیغام یعنی تجدیدِ روحانیت کی صدائے بازگشت ہے لیکن اگر اقبال کی ایک نظم ’’شمع اور شاعر‘‘ (بقیہ صفحہ نمبر 28)

حدیثِ جبریل اور اِنسانِ کامل کی تشکیل

صاحبزادہ سُلطان احمد علی صاحب (سیکریٹری جنرل: اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین)

کے فکری خطاب کا متن (جو کہ 12جنوری 2014ء کو سلطان باھُو فٹبال اسٹیڈیم، وھاڑی میں میلاد مصطفےٰ ﷺ و حق باھُو کانفرنس کی عظیم الشان تقریب میں کیا گیا)

تدوین: ایم رحمت

﴿گزشتہ سے پیوستہ﴾

اسی طرح احسان بالرسالت سے متعلق حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

مَیں تیس سال مُرشد تلاش کرتا رہا مجھے ایسا مرشد نہ مل سکا جو میرے پیمانۂ طلب کو لبریز کرتا اور مَیں بڑا پریشان کہ کہاں سے ایسا مُرشد ڈھونڈوں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مجلسِ مصطفےٰ ﷺ میں پہنچا دیا اور وہاں کا یہ واقعہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ:

دستِ بیعت کرد مارا مصطفےٰ
وُلد خود خواند است مارا مجتبےٰ
شُد اجازت باھُو را از مصطفےٰ
خلق را تلقین بکن بہر از خدا

مجھے آقا ﷺ نے اپنے ہاتھوں پر بیعت فرمایا اور مجھے اپنا نوری حضوری فرزند قرار دیا- مجھے خود رسول پاک ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ اے باھُو! اللہ کی مخلوق کو اللہ کا وصل اور اللہ کا قرب عطا کرنے کیلئے تلقین اور ارشاد عطا کیا-

تو احسان فی الرسالت یہ ہے کہ آدمی کی رُوح مجلسِ مصطفےٰ ﷺ میں پہنچ جائے اور عشق کا وہ جذبہ اتنا کامل ہو جائے کہ آدمی کو آقا پاک ﷺ کی مجلس کی حضوری نصیب ہو جائے-

(۳) نمازِ کامل پہ حدیثِ جبریل کا عملی اِطلاق:

حدیثِ جبریل کی تفہیم کی اِس جہت کو مزید جاننے کیلئے نماز کی مثال لیجئے کہ نماز کے ایک حصے کا تعلق آدمی کے بدن سے ہے دوسرے حصے کا تعلق آدمی کی عقل سے ہے اور تیسرے حصے کا تعلق آدمی کی رُوح سے ہے، جب آدمی وضو کرتا ہے، مسجد کی طرف چل کر جاتا ہے اپنے جسم کو، وجود کو پاک کرتا ہے، وضو کرنا اور مسجد چل کر جانا ان تمام افعال کا تعلق آدمی کے وجود سے ہے- یہ اعمال سرانجام دینے کے بعد آدمی نیت کرتا ہے، جماعت اختیار کرتا ہے نیت کا تعلق، یکسوئی کا تعلق، جماعت اختیار کرنے کا تعلق آدمی کی عقل کیساتھ ہے اور پھر جب آدمی ﴿اللہ اکبر﴾ کہہ کر مخاطب کرتا ہے اور کہتا ہے ﴿سبحنک﴾ تیری ذات پاک ہے، تُو، تم، تجھے، تمہیں اور آپ، یہ اُس وقت استعمال ہوتے جب آپ کسی کے ساتھ براہِ راست گفتگو کر رہے ہوتے ہیں اگر درمیان میں واسطہ یا وسیلہ آجائے تو پھر اُن، اُنہیں اور وہ کہا جاتا ہے جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو نماز میں اکثر کلمات صیغہ مخاطب سے تعلق رکھتے ہیں کہ آپ براہِ راست اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے یہ کہہ رہے ہیں ﴿سبحنک﴾ تُو پاک ہے ﴿وبحمدک﴾ اور تیری حمد کر رہا ہوں گویا آدمی براہِ راست اپنے مالک کیساتھ خطاب کر رہا ہے سورۃ فاتحہ کو دیکھ لیجئے

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○﴾

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے ○ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے ○ روزِ جزا کا مالک ہے ○ (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ○-

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۝﴾

ہمیں تُو صراطِ مستقیم پر ہدایت عطا فرما-اور صراطِ مستقیم کیا ہے؟

﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ لا عَلَيْهِمْ ﴾

اُن لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام کیا-

نماز کی جتنی بھی گفتگو ہے، نماز کے اکثر جملے مخاطب سے تعلق رکھتے ہیں آدمی اپنی عقل یا بدن کیساتھ مخاطب نہیں ہوتا بلکہ آدمی اور خالق کے درمیان جو رابطے کا ذریعہ ہے وہ آدمی کی رُوح ہے جو اپنے مالک کو مخاطب کرتی ہے گویا کلماتِ نماز کا تعلق آدمی کی رُوح سے ہے اسی لئے آقا پاک ﷺ نے فرمایا:

﴿لا صلوٰة الا بحضور القلب﴾

اگر تیرا دل حاضر نہیں ہے تُو اپنی رُوح کیساتھ خالق کو مخاطب نہیں کر رہا تو تیری نماز مکمل نہیں ہوتی-

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ یہی فرماتے ہیں:

دل توں نماز پڑھائی ناہیں کی ہویا جے نیتی ھُو
ارکاں گئے مَل مَل دھوویں تیرے مَنوں ناں گئی پلیتی ھُو

کہ اگر دِل حاضر نہیں ہے تو تیری نماز کیسے مکمل ہو سکتی ہے؟ اور اپنے فارسی کلام میں حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ترجمہ:-''اگر زبان پر تسبیح جاری ہو اور دل گاؤ خر (خیالات دنیا) میں غرق ہو تو ایسی تسبیح کیا اثر دکھائے گی؟''

کہ زبان پر اللہ اللہ کر رہا ہے، زبان پر خدا کو مخاطب کر رہا ہے اور دل میں دُنیا کے گدھوں کا خیال آ رہا ہے، تیری یہ تسبیح کیسے تاثیر کر سکتی ہے جب تُو اُس لمحے میں خدا کو موجود ہی نہیں پا رہا-نماز و دیگر عبادات میں گہرائی سے اُتر جانا اور عبادت کے حقیقی سرور و لذات کو حاصل کر لینا، یہ ہے احسان-

﴿الاحسان ان تعبداللّٰه كانك تراه﴾

احسان یہ ہے کہ گویا مَیں اپنے مالک کو دیکھ رہا ہوں جبکہ تُو اُسے نہیں دیکھ سکتا تو تجھے یہ یقین ضرور ہو

﴿فان لم تكن تراه فانه يراك﴾

کہ وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے-

یعنی معرفت کا تعلق آدمی کی رُوح کیساتھ ہے گویا اِسلام کا تعلق آدمی کے بدن سے، ایمان کا تعلق آدمی کی عقل سے اور احسان کا تعلق آدمی کی رُوح سے ہے اور یہ بھی ہمیں سامنے رکھنا چاہیے کہ یہ تینوں ہمارے لیے لازم ہیں جس طرح ہماری اپنی ہستی کے، وجود کے تینوں اعضاء ضروری ہیں میرا جسم ہو اور دماغ، عقل کام چھوڑ جائے تو میرا یہ جسم اِس کائنات کو، دُنیا کو کیا فائدہ دے سکتا ہے؟ اگر عقل نہیں تو جسم فقط رُوح کیساتھ زندہ ہے تو لوگ اسے پاگل کہتے ہیں-اگر میری عقل کام کر رہی ہے، میری زبان، میرے کان، میرے ہاتھ پاؤں آنکھیں میرا دل، میرا وجود میرا ساتھ نہیں دیتا تو میری وہ تیزی سے چلتی ہوئی عقل میرے کس کام آ سکتی ہے؟ اگر میرا وجود بھی ٹھیک ہے، میرا عقل بھی ٹھیک ہے اور میری رُوح پرواز کر جائے تو اُس میت سے یہ دُنیا کیا فائدہ لے سکتی ہے؟ گویا جسم کے ساتھ عقل اور اِن دونوں کے ساتھ روح کا ہونا لازم ہے-رُوح تب آتی ہے جب وجود تیار ہو جاتا ہے روح کو اپنا اظہار کرنے کیلئے وجود کی ضرورت ہے یعنی جہاں وجود ہی نہ ہو رُوح اپنا اظہار کس صُورت میں کرے گی؟ جہاں جسم ضروری ہے جسم کیساتھ عقل ضروری ہے اور عقل کیساتھ رُوح ضروری ہے گویا آدمی کی ہستی جسے ''مِیرِ سامانِ وجود'' کہا گیا یہ ہستی اِن تینوں اجزاء بدن، عقل اور رُوح سے مکمل ہوتی ہے اور بدن کیلئے اِسلام کے احکامات ہیں، عقل کیلئے ایمان کے احکامات ہیں اور رُوح کیلئے احسان کے احکامات ہیں اس لئے آپ ان تینوں کو بھی الگ نہیں کر سکتے-

اِسلام ہے ایمان اور احسان نہیں تو آدمی اِسلام میں کامل نہیں ہو سکتا-

ایمان ہے، اِسلام و احسان نہیں تو آدمی ایمان میں کامل نہیں ہو سکتا-

اگر ایمان اور اسلام نہ ہوں تو احسان مکمل نہیں ہوتا-

گویا جسم پر اللہ کا اِسلام لاگو کرنے کیساتھ ساتھ عقل پر اسلام کولاگو کرنا لازم ہے اور رُوح پر ان اعمال کو لاگو کرنا انسان پر واجب اور لازم ہے- اور اِن میں کوئی ترجیح مقرر نہیں ہے کہ کِس کو ترک کیا جا سکتا ہے یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے ہاں بہت سی چیزیں بد قسمتی سے چھوٹتی جا رہی ہیں اُن کی طرف متوجہ ہونا کس کی ذِمہ داری ہے؟ یا اُن کی طرف متوجہ ہونا ہمارے لئے کیوں ضروری ہے؟ ضرورت ہم سب کی اجتماعی ہے اور متوجہ ہونا بھی ہم سب پر لازم ہے- کسی ایک کو بھی ترک کرنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا- جسے بندہ ناچیز نے ''بد قسمتی'' سے مُلقب کیا ہے اُسے سمجھنے کیلئے ایک مثال پیشِ خدمت ہے کہ ہمارے مدارس، کالجز، یونیورسٹیز میں اور وہ ادارے جو اِسلام پر کام کر رہے ہیں اُن میں دو بنیادی باتیں کہی جاتی ہیں کہ عقائد ٹھیک ہوں اور اعمال درست ہوں، عقائد کا تعلق ایمان سے ہے اور اعمال کا تعلق اِسلام سے ہے لیکن جو اصل بات ہے، جو خلوص ہے، جو للّٰہیت ہے وہ تو آدمی کی رُوح سے متعلق ہے اُسے ہم نے چھوڑ دیا جسے حضور ﷺ نے احسان فرمایا ہے- اِحسان یعنی ہماری ہستی کا رُوحانی پہلو ہمارے اندر سے نکل گیا ہے- بالفاظِ دیگر یوں کہنے کی جسارت کروں گا کہ ہم نے اعمال وعقائد کی روح گنوا بیٹھے ہیں- جب اعمال وعقائد کی روح جاتی رہے تو معاشرے کو کیا سمت دی جا سکتی ہے- اسی پہ تو علامہ اقبال نے تنقید کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''اس شعلۂ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا''- جب دامنِ احسان چھوٹ گیا تو پھر آج اس معاشرے کی صورتحال دیکھ لیں بے شمار مذہبی اور دینی تحریکیں کھڑی ہوگئیں، بے شمار تعلیمی ادارے بن گئے، بے شمار نئی جہتیں متعارف ہوئیں لیکن اس معاشرے میں برائی بڑھی ہے تھمی نہیں-

جنہوں نے اس چیز کی اِصلاح کرنی تھی وہ مسند اور جادہ خود ایسی اُلجھنوں کا شکار ہے اُسے ان الجھنوں سے فرصت نہیں ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام بھی ہو، ایمان بھی ہو اور احسان نہ ہو یہ بالکل ایسے ہے کہ جس طرح جسم بھی ہو، عقل بھی اور رُوح نہ ہو- مدّعائے بیان یہ ہے کہ رُوح کو مفقود نہیں ہونے دینا-

(٤) قرآن فہمی اور حدیثِ جبریل کا عملی اِنطباق:

ہم اِسی نظریے یعنی اسلام، ایمان اور احسان کو قرآن پاک پر عملی طور پر منطبق ہوتا دیکھتے ہیں کہ بدن کا قرآن سے تعلق کچھ اور ہے عقل کا قرآن سے تعلق کچھ اور ہے اور رُوح کا قرآن سے تعلق کچھ اور ہے-

(١) بدن کا قرآن سے یہ تعلق ہے کہ بدن قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور ترجمہ پڑھ لیتا ہے، ہاتھ قرآن کو اُٹھاتے ہیں، زبان قرآن کو پڑھتی ہے، ادا کرتی ہے، ہونٹ قرآن کو چُومتے ہیں، بدن قرآن کی تعظیم کرتا ہے، آدمی قرآن کی طرف اپنی پُشت نہیں کرتا، ہر حال میں ادبِ قرآن کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہے اور یہ اسلام ہے-

(٢) اور ایمان یعنی عقل کا قرآن سے تعلق اس سے ذرا آگے ہے کہ آدمی قرآن کے معانی اور پیغام میں غور و فکر کرتا ہے اور اُس غور و فکر اور پیغام کو اپنے جسم پر عملی طور پر نافذ کرتا ہے اور قرآن کے احکامات کو اپنے لائف سٹائل پر عملی طور نافذ کرنے کی عملی جدو جہد کرتا ہے یہ آدمی کی عقل کا یعنی ایمان کا قرآن کے ساتھ تعلق ہے جو فقط قرآن خوانی کرتے ہیں اور قرآن کے نظام کو اپنے لائف سٹائل پر عملی طور پر نافذ نہیں کرتے وہ مومن نہیں ہیں صرف مسلم ہیں کیونکہ ایمان ابھی اُن کے دلوں میں نہیں اُترا، انہوں نے اپنے باطن سے قبول نہیں کیا، فقط قرآن خوانی کر کے آلۂ جلبِ ثواب (ثواب کمانے کا آلہ) سمجھتے ہیں اس سے بڑھ کر قرآن سے زیادہ تعلق نہیں ہے- اقبال کہتے ہیں:

> بآیاتش ترا کارِ جز این نیست
> کہ از یٰسینِ اُو آسان بمیری

''تیرا قرآن سے اس سے زیادہ اور کیا تعلق ہے؟ کہ جب تُو مرنے لگے گا تو تیرے گھر والے تیرے سرہانے بیٹھ کر سورۃ یٰسین پڑھ دیں گے-''

ہم نے تو اپنے آپ کو یہاں تک محدود کر دیا ہے وہ یہی وجہ ہے کہ

> وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
> اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآن کو ہم نے اپنی زندگی کے عمل سے اور اپنی زندگی کے عمل کو قرآن سے نکال دیا ہے- یہ عقل کا قرآن کیساتھ رشتہ ہے کہ عقل قرآن کو تسلیم کرے، عقل قرآن میں غور کرے، عقل قرآن میں تدبر کرے، عقل قرآن کے احکامات کو سب سے پہلے اپنی عملی زندگی پہ نافذ کرنے کی جدو جہد کرے اور یہ ایمان بالقرآن ہے-

(٣) اور احسان بالقرآن یہ ہے کہ آدمی قرآن میں احسان کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے-

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

''مَیں جب چھوٹا تھا تو میرے والد نے مجھے کہا اس طریقے سے قرآن نہ پڑھا کر جیسے تُو پڑھ رہا ہے مَیں تجھے قرآن پڑھنے کا طریقہ بتاؤں گا وہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے ایک دن مجھے بتایا جب قرآن پڑھنے لگو تو یہ تصور کر لو کہ جبریل امین یہ قرآن لے کر تیرے وجود پر نازل ہو رہے ہیں اور یہ قرآن تیری طرف آیا ہے''۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کُشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

''بڑی بڑی کتب بھی تب تک تیری رہنمائی نہیں کر سکتیں جب تک یہ قرآن تیری رُوح پر نہیں اُترتا اور جب تک قرآن کے اَسرار و رُموز سے تُو آشنا نہیں ہو جاتا کہ تیری رُوح قرآن کے ان اَسرار و رموز سے آگاہ ہو جاتی۔''

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''اُن کی خدمت میں ایک آدمی آ کر قرآن کی ایک آیت کی تفسیر کے متعلق پوچھتا ہے تو اُنہوں نے کہا کہ کیا مَیں تمہیں قرآن کی وہ آیت نہ سنا دوں، قرآن کی اُس آیت کی وہ تفسیر نہ بتا دوں جو تفسیر کل آقا پاک ﷺ نے اولیاء اللہ کی مجلس میں بیان کی تھی۔''

یہ آدمی کی رُوح کا قرآن کیساتھ ایک تعلق ہے کہ آدمی قرآن کے رموزِ باطنی کو سمجھنے کے قابل ہو جائے۔

اور اب اِن چاروں تقاضاؤں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) نماز اور (۴) قرآن میں آپ دیکھیں، پہلا رشتہ توحید کیساتھ آدمی کے بدن، عقل اور رُوح کا یعنی اِسلام ایمان اور احسان کا اور اِسی طرح دوسری سطح پہ رسالت کیساتھ جو اس کا رشتہ ہے اور تیسرا تقاضا آدمی کی نماز کیساتھ اسلام، ایمان اور احسان کا یعنی بدن، عقل اور رُوح کا اور پھر چوتھا قرآن کیساتھ جو اس کا رشتہ ہے آدمی کے جسم، عقل اور رُوح کا رشتہ ہے جب اِنسان توحید میں اس رشتے میں کامل ہو جاتا ہے یعنی اُس کے بدن پر، عقل پر اور اُس کی رُوح پر توحید مکمل طور پر نافذ ہو جاتی ہے، جب رِسالت میں وہ اس رشتہ کو پختہ کر لیتا ہے تو پھر وہ تمام کی تمام صفات آدمی کے وجود میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔

یعنی اِس کا جسم مسلم بن جاتا ہے، اِس کی عقل مومن بن جاتی ہے اور اِس کی رُوح محسن بن جاتی ہے،

اِس کا جسم عابد بن جاتا ہے، اِس کی عقل عالم بن جاتی ہے اور اِس کی رُوح عارف بن جاتی ہے۔

اِس کا جسم نظر بن جاتا ہے، اِس کی عقل ناظر بن جاتی ہے، اِس کی رُوح منظور بن جاتی ہے۔

اِس کا جسم عشق بن جاتا ہے، اِس کی عقل عاشق بن جاتی ہے اور اِس کی رُوح معشوق بن جاتی ہے۔

اور مَیں یہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آدمی اِس مقام پر جب اُس تعلق کو قائم کر لیتا ہے تو

آدمی کا جسم قاریٔ قرآن بن جاتا ہے، آدمی کی عقل عالمِ قرآن بن جاتی ہے اور آدمی کی رُوح مجسمِ قرآن بن جاتی ہے

اور یہی وہ درجہ ہے جہاں مومن کو اپنے ایمان کو تقویت دے کر لے کے جانا ہے جہاں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

حسنِ کردار سے قرآنِ مجسم ہو جا
تجھ کو ابلیس بھی دیکھے تو مسلماں ہو جائے

یہ وہ درجہ ہے جہاں آدمی اپنے آپ کو قرآنِ مجسم کر دیتا ہے۔

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تُو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

جب تک تُو اُس کتاب کا صاحب نہیں بن جاتا، کتاب کا قاری ہونا ایک الگ بات ہے، کتاب کا عالم ہونا ایک الگ بات ہے اور کتاب کا صاحِب ہونا ایک الگ بات ہے،

حرفِ عشق کو جاننا ایک الگ بات ہے، رمزِ عشق کو جاننا ایک الگ بات ہے اور اُس عشق کو قائم کر لینا ایک الگ بات ہے۔

اہلِ تصوف کو جاننا ایک الگ بات ہے، تصوف کو جاننا ایک الگ بات ہے اور تصوف پر عمل پیرا ہو جانا یہ ایک الگ بات ہے۔

اعمال کا تعلق بدن سے ہے، علم کا تعلق عقل سے ہے اور معرفت کا تعلق رُوح سے ہے اور اِن تینوں چیزوں میں آدمی جب تک اشتراک کار کر کے، ایک

وحدت کر کے اُسے ایمان کی سطح پر پختہ نہیں کر لیتا، یقین کی سطح پر پختہ نہیں کر دیتا اُس وقت تک ایک مثبت فرد کے طور پر معاشرے میں بھر پور کردار ادا نہیں کر سکتا اور یہی کمال تھا آقا پاک ﷺ کا تھا کہ آپ نے مومنین کے ظاہر و باطن ایک کر دیے تھے۔

ہزار خوف ہوں لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

کہ دل عقل اور جسم ایک ہو جائیں جب تک یہ ایک نہیں ہوتے تب تک بات آگے نہیں بڑھتی اور آقا پاک ﷺ کا احسانِ عظیم یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی صحبت اور مجلس میں بیٹھنے والوں کو اِس کمالِ اتمام کیساتھ مکمل کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس عظیم سُنّت کو اپناتے ہوئے آج اصلاحی جماعت بھی یہی پیغام لے کر آپ کے پاس آئی ہے کہ خدارا آیئے ہمیں مسلمان بھی صحیح طریقے سے بننا ہے، مومن بھی اور محسن بھی۔ بدن، عقل اور رُوح کی اِصلاح بھی چاہیے، بدن کا شعور الگ بات ہے، عقل کا شعور الگ بات ہے، رُوح کا شعور الگ بات ہے۔ بدن کے شعور کے لئے ہمارے والدین ہماری تربیت کرتے ہیں، عقل کے شعور کیلئے ہمارے اساتذہ ہماری تربیت کرتے ہیں اور رُوح کے شعور کیلئے ہمیں ایسے شیخ کی صحبت اختیار کرنی چاہیے جو رُوح کے متعلق جانتا ہو۔ اعمالِ بدن گھر والے سکھاتے ہیں، ماں باپ سکھاتے ہیں، بزرگ سکھاتے ہیں۔ اعمالِ عقل علماء سکھاتے ہیں، اساتذہ سکھاتے ہیں، اہلِ علم سکھاتے ہیں اور اعمالِ رُوح مرشدِ کامل سکھاتا ہے، یہ مرشد کامل کی صحبت سے ملتا ہے اس لیے کہ وہ اِس **علم** کو جانتا ہے، وہ اُس **راستے** کو جانتا ہے، وہ اُس **مرحلے** کو جانتا ہے، وہ اُس **مقام** کو جانتا ہے، وہ اُس کے اَسرار و رموز اور اُس کی آسانی و مشکلات کو جانتا ہے تو آج ہمیں یہ اپنے سامنے واضح کر لینا چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا کمال یہ ہے کہ اُنہیں آقا پاک ﷺ کی صورت مبارک میں اعمالِ بدن کی تربیت کرنے والا بھی مل گیا تھا، اعمالِ عقل کی تربیت کرنے والا بھی مل گیا تھا اور اعمالِ رُوح کی تربیت بھی کرنے والا مل گیا تھا اور ایک ہی درس گاہ میں اُن کی یہ ساری تربیتیں مکمل ہو گئی تھیں۔

عشق کی اک جست نے کر دیا قصہ تمام
اِس زمین و آسمان کو بے کراں سمجھا تھا مَیں

تو مَیں آخر میں دربارِ عالیہ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے پلیٹ فارم سے یہی پیغام آپ تمام بھائیوں اور بزرگوں کو عرض کرنا چاہوں گا کہ آیئے اگر ہم نے واقعتاً اِس معاشرے کا ایک مثبت، قوی اور ایک زندہ فرد بننا ہے اور جو تباہی انسانیت کی طرف بڑھتی چلی آرہی ہے اُس تباہی سے اگر ہم نے اپنے معاشرے کو، اِس انسانیت کو، اِس سوسائٹی کو، اپنے آپ کو، اپنی آئندہ نسلوں کو بچانا ہے تو آئیں یہ تحریک یہی پیغام لے کر آپ کے پاس آئی ہے اور مَیں جاتے ہوئے ایک بات عرض کرنا چاہوں گا اپنے تمام نوجوان ساتھیوں سے کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقتِ پیری گرگ ظالم میشور پرہیزگار

جوانی میں توبہ کرنا، جوانی میں اپنی لَو اللہ سے لگانا، اپنی جوان چاہتوں کو اللہ کی چاہتوں کے سپرد کرنا، اپنی جوان دھڑکنوں کو اللہ کی رضا پر قربان کرنا، اپنے جوان جذبات کو اللہ کی رضا پر قربان کرنا یہ انبیاء کی سنت ہے،

او نوجوان، او میرے ساتھی اگر بڑھاپے کے انتظار میں بیٹھا ہے کہ وقت گزر جائے تو سُدھر جائیں گے بڑھاپے میں تو بھیڑیا بھی ظلم کرنا چھوڑ دیتا ہے تُو سُدھر گیا تو کونسی بڑی بات ہے؟

یہ جوان دھڑکنیں، یہ جوان سانسیں، یہ جوان جذبات، یہ جوان احساسات آج اِس سوسائٹی کو، اِس معاشرے کو، اللہ کے دین کو ان کی ضرورت ہے۔ اپنی چاہت کو اللہ کی چاہت پر قربان کیجئے، اپنی رضا کو اللہ کی رضا کے سپرد کیجئے۔ یہی پیغام ہے جو یہ تحریک لے کر چل رہی ہے اور آپ تک اِس پیغام کو لے کر ہم آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر استقامت دے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا عن الحمد للّٰہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

(رپورٹ)

سالانہ ملک گیر دورہ

اِصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین

دربارِ عالیہ حضرت سلطان باھُوؒ

ادارہ

زیر سرپرستی:

صاحبزادہ سُلطان محمد بہادر عزیز صاحب

خانوادہ حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

قرآن وسُنّت کی آفاقی و عالمگیر تعلیمات کی اشاعت اور نوجوانانِ قوم وملّت کی تربیت کے لیے اِس وقت عالمِ اسلام میں مؤثر، مستحکم اور محکم تحریک کے طور پہ ''اصلاحی جماعت'' اور ''عالمی تنظیم العارفین'' کام کر رہی ہیں- یہ وہ واحد پلیٹ فارم ہے جس کی آواز کو کسی تعصب، تفریق اور کسی تقسیم کے بغیر تمام مکاتب فکر، تمام مذاہب عالم کے لوگ سنتے اور تسلیم کرتے ہیں-

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے زیرِ اہتمام اور جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب مد ظلہ الاقدس سرپرستِ اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کی قیادت میں علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر محافل میلادِ مصطفیٰ ﷺ اور حضرت سلطان باھُو کانفرنسز کے سالانہ اجتماعات منعقد ہوتے ہیں-

امسال انعقاد پذیر ہونے والے ان شاندار تربیتی و اِصلاحی اجتماعات کی مختصر رپورٹ ملاحظہ فرمائیں-

ٹوبہ ٹیک سنگھ: 7 دسمبر 2014ء

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین برانچ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے زیرِ اہتمام فٹبال سٹیڈیم میں عکسِ سُلطان الفقر ششم صاحبزادہ حاجی سلطان محمد بہادر عزیز صاحب کی صدارت میں نہایت ہی پر رونق اجتماع بسلسلہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ وحق باھُو کانفرنس کا اہتمام ہوا- تلاوت ونعت کے بعد حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام پڑھا گیا-

مولانا مفتی محمد منظور حسین صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

اللہ رب العزت نے حضرتِ انسان کو اس کائنات میں اس لیے بھیجا تا کہ آزمائے کہ کون ہے جو میری فرمانبرداری کرتا ہے اور کون ہے جو اس سے رُوگردانی کرتا ہے جو شخص فرمانبرداری کو اختیار کرتے ہوئے اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی غلامی کو اپنا کر اور ان کے احکامات کی پیروی کر کے اپنے آپ کو ان کی متابعت میں دے دیتا ہے تو ایسے لوگوں کیلئے کامیابی وکامرانی کی سند ﴿رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ﴾ ہے اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین اسی پیغام کو عام کر رہی ہیں کہ ہم قرآن وسنت کے ذریعے اپنے آپ کو سنواریں تا کہ ہمیں ہماری زندگی کا اصل مقصد اللہ اور اس کے محبوب پاک ﷺ کا قرب ووصال نصیب ہو-

مرکزی ناظم اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین الحاج محمد نواز قادری نے مرکزی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

قرآن مجید صرف ماضی کی بات نہیں کرتا اور نہ ہی صرف مستقبل کے واقعات کو بیان کرتا ہے بلکہ قرآن مجید میں ماضی حال اور مستقبل کی ہر چیز کا ذکر موجود ہے فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین﴾

''اور نہیں کوئی خشک اور نہ ہی تر چیز جس کا ذکر قرآن میں موجود نہ ہو-''

قرآن فہمی میں ایک بڑا نقص یہ بھی واقع ہورہا ہے کہ ہم قرآن کو زمانہ حال کے تناظر میں بالخصوص اپنی ذات پر اپلائی کر کے نہیں دیکھ رہے- آج قرآن کریم ہماری ہدایت فرما رہا ہے اور کل جو ہمارے بعد آئیں گے ان کی رہنمائی فرمائے گا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم نے اس ہدایت حاصل کی ہے قرآن مجید سے حصول کیلئے مختلف کلاسز سے گزرنا پڑے گا تب ہدایت ملے گی - قرآن پاک پڑھنا، اس کے متعلق جاننا، جو جان لیا اسے سمجھنا، اس پر عمل پیرا ہو کر کامیابی کو حاصل کرنا- جب ہم اس طریقے سے قرآن پاک کا مطالعہ کریں گے تو پھر یقیناً ہمیں قرآن کریم کے ذریعے ہدایت بھی نصیب ہوگی اور ہم کامیاب بھی ہوں گے- محفل کے اختتام پر درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا گیا جس کے بعد صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز صاحب نے مسلمانوں کی موجودہ صورتحال کی اصلاح کے لیے خصوصی دعا کی مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگوں نے بیعتِ تجدیدِ عہد کا شرف بھی حاصل کیا-

ساہیوال: 8 دسمبر 2014ء

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین برانچ ضلع ساہیوال کے زیرِ اہتمام نگینہ میرج لان میں صاحبزادہ حاجی سلطان محمد بہادر عزیز صاحب کی صدارت میں نہایت ہی پُر رونق اجتماع بسلسلہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ و حق باھُو کانفرنس کا اہتمام ہوا- تلاوت و نعت کے بعد حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام پڑھا گیا-

مولانا مفتی محمد منظور حسین صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

آج ہم اپنی ذات سے لے کر اپنے گھر تک اور اپنے گھر سے شہر تک اور اپنے شہر سے معاشرے تک کا جائزہ لیں تو جس قدر علم عروج پر جا رہا ہے تعلیم عام ہو رہی ہے تعلیمی ادارے بڑھ رہے ہیں سکولز، کالجز، یونیورسٹیز، جامعات، مساجد و مدارس کثرت سے بڑھ رہے ہیں اس قدر ان کے نتائج تک ہم نہیں پہنچ پا رہے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ آخر وہ کونسی کمی باقی رہ گئی جس کے اِتمام، تکمیل کیلئے اصلاحی جماعت معرضِ وجود میں آئی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو مادیت تک محدود کر دیا اور اپنے قلب و رُوح کی خبر تک نہیں لی جس کے نتیجے میں ہم زوال کا شکار ہو رہے ہیں- اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین یہی پیغام لے کر چلی ہے کہ ہمیں جسم کے ساتھ ساتھ اپنے قلب و رُوح کا خیال بھی رکھنا ہے اور وہ اللہ کے ذکر سے جلا پاتے ہیں اور ان کو تقویت ملتی ہے تب جا کر انسان کی انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے-

مرکزی ناظم اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین الحاج محمد نواز قادری نے مرکزی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

اولیاء کاملین اپنے آپ کو صرف قال تک محدود نہیں رکھتے بلکہ وہ پہلے خود عمل کرتے ہیں اور بعد میں لوگوں کو اس کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ انہیں کامیابی کی سند مل چکی ہے ﴿الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون﴾ اور اللہ رب العزت نے ہمیں ان کی معیت اور پیروی کا حکم دیا کہ تم بھی اس ساتھ شامل ہو جاؤ تا کہ تم بھی کامیاب ہو جاؤ اور تمہیں بھی یہی سند نصیب ہو جائے- اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو صرف ایک مقام تک محدود نہ کرے بلکہ آگے بڑھے- پہلا درجہ ہے مسلمان بننا اور اس کے بعد قلبی ذکر کر کے مومن بننا اور قرآن کریم میں مومن کی علامت قلبی ذکر بیان کی گئی ہے فرمان باری تعالیٰ ہے-

﴿الذین امنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ﴾

ایمان والوں کی علامت بھی یہی ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پکڑتے ہیں- نماز کے ساتھ ساتھ قلبی ذکر ہے جب ہم ان دونوں کو بجا لائیں گے تب جا کر ہمیں کامیابی و کامرانی نصیب ہوگی-

پروگرام کے اختتام پر درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا گیا- اجتماع کے اختتام پر ہزاروں افراد نے جماعت و تنظیم میں شمولیت کا اعلان کیا- صاحبزادہ سلطان

محمد بہادر عزیز صاحب نے اتحادِ امتِ مسلمہ اور اصلاحِ انسانیت کے لیے اجتماعی دعا فرمائی۔

اوکاڑہ: 8 دسمبر 2014ء

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین برانچ ضلع اوکاڑہ کے زیرِ اہتمام الحمرا آرٹ کونسل میں صاحبزادہ حاجی سلطان محمد بہادر عزیز صاحب کی صدارت میں نہایت ہی پر رونق اجتماع بسلسلہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ وحق باھُو کانفرنس کا اہتمام ہوا۔ تلاوت ونعت کے بعد حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام پڑھا گیا۔

مولانا مفتی محمد منظور حسین صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنا احتساب کریں اور اپنے آپ کو اس احتسابی عمل میں چیک کریں اور دیکھیں کہ ہم عمل کے باوجود اطمینان اور سکون پذیر کیوں نہیں حالانکہ ہم نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ادا کر رہے ہیں ان کی ادائیگی کے بعد بھی ہمیں سکون کیوں نہیں مل رہا آخر وجہ کیا ہے؟ سامعینِ محترم! اس کی ایک وجہ نظر آتی ہے کہ ہم نے اپنی اساس اور بنیاد کو ترک کر دیا جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور اس کے حبیب ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ میں فرمایا اور وہ ہے معرفتِ الٰہی، قربِ الٰہی جس کے نتیجے میں معراجِ ایمانی ملتی تھی جس کے نتیجے میں تعلق باللہ قائم ہوتا تھا اس روحانی میراث کو جب سے ہم نے بھلا دیا تب سے ہم ذلت ورسوائی کا شکار ہو گئے آج ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے اپنے تعلق باللہ کو پھر سے بحال کریں تاکہ ہمیں وہی عظمت، وہی رفعت، وہی مقام ومرتبہ نصیب ہو جس کا وعدہ ﴿ولقد کرمنا بنی آدم﴾ کی صورت میں ہم سے کیا گیا۔

مرکزی ناظم اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین الحاج محمد نواز قادری نے مرکزی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

بنیادی طور پر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کیلئے پیدا فرمایا ہے جس کو ہم نے بھلا دیا اور ہم نے انسان کو محض گوشت پوست کے ڈھانچے کو سمجھ لیا حالانکہ جسم کے اندر قلب وروح بھی ہیں جس سے ہم غافل ہو گئے فرمان الٰہی ہے:

﴿ونفخت فیہ من روحی﴾

علامہ اقبال اس امت کی نبض شناسی کر کے اس کی تباہی وبربادی کا سبب یوں بیان کرتے ہیں:

تیرا تن روح سے نا آشنا ہے
عجب کیا آہ تیری نارسا ہے
تن بے روح سے بیزار ہے حق
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

ہم جسم کی تو پرواہ کرتے ہیں لیکن روح کی طرف توجہ نہیں دیتے اور اللہ والے جسم کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں اور رُوح کا بھی خیال رکھتے ہیں جس کی بیداری کے نتیجے میں بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور بندہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کو اختیار کر کے اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے حتیٰ کہ اس میں وہ مقام اسے نصیب ہوتا ہے کہ آدمی نیابتِ رسول ﷺ کا فریضہ سرانجام دیتا ہے اور خلافتِ الٰہیہ کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ پروگرام کے اختتام پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا گیا۔ اجتماع کے اختتام پر ہزاروں افراد نے جماعت وتنظیم میں شمولیت کا اعلان کیا۔ صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز صاحب نے اتحادِ امتِ مسلمہ اور اصلاحِ انسانیت کے لیے اجتماعی دعا فرمائی۔

پاکپتن: 9دسمبر2014ء

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین برانچ ضلع پاکپتن کے زیرِ اہتمام الفرید میرج لان میں صاحبزادہ حاجی سلطان محمد بہادر عزیز صاحب کی صدارت میں نہایت ہی پُر رونق اجتماع بسلسلہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ وحق باھُو کانفرنس کا اہتمام ہوا- تلاوت ونعت کے بعد حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام پڑھا گیا-

مولانا مفتی محمد منظور حسین صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

اللہ رب العزت نے انسان کو تمام مخلوقات میں سے اشرف وافضل قرار دیا اور اس کے ذمہ ایک عظیم فریضہ سونپا جس کی ادائیگی کے بعد انسان اپنی انسانیت کی تکمیل کر لیتا ہے اور پھر بالخصوص امت محمدیہ ﷺ کو حضور رسالتِ مآب ﷺ کے توسل وتصدق سے ایک عظیم لقب سے ملقب فرمایا فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿کنتم خیر امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر﴾

’’تم بہترین امت ہو لوگوں کیلئے نکالے گئے ہو تم بھلائی کی دعوت دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو-‘‘

تو معلوم ہوا کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنانے کا مقصد یہ ہے کہ پہلے خود قرب خداوندی حاصل کرے اور پھر لوگوں کو قرب الٰہی کی طرف بلائے حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنی تعلیمات میں تصورِ اسم اللہ ذات کو قرب الٰہی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں اور یہ مرشد اکمل عطا فرماتا ہے-

؎ الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھُو

مرکزی ناظم اعلیٰ اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین الحاج محمد نواز قادری نے مرکزی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت فرمائی اور جو شخص بھی نماز ادا کرتا ہے نماز کی عین حالت میں یہ دعا مانگ رہا ہوتا ہے ﴿اھدنا الصراط المستقیم﴾ یا اللہ ہمیں صراط مستقیم پر چلا-

سوال یہ ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ جس کی دعا نماز کی ہر رکعت میں مانگی جارہی ہے اولیاء کرام کی تعلیمات کی روشنی میں صراط مستقیم قلبی ذکر کا نام ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ومن یعتصم باللّٰہ فقد ھدی الیٰ صراط مستقیم﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ (کے دامن) کو مضبوط پکڑ لیتا ہے تو اسے ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کی جاتی ہے ○

اور ہمارا دشمن ابلیس ہمیں صراط مستقیم سے روکتا ہے کہ یہ اس راستے کو اختیار کر کے کامیابی وکامرانی کو کہیں حاصل نہ کرے اور یہ صراط مستقیم سے بندے کو روکتا ہے-

﴿استحوذ علیھم الشیطان فانسھم ذکر اللّٰہ﴾

اور جب شیطان انسان پر غالب آجاتا ہے تو ذکر اللہ بھلا دیتا ہے-

اس سے ثابت ہوا صراط مستقیم پر کامل ہدایت عبادت کے ساتھ ساتھ دل سے قلبی ذکر کرنے سے نصیب ہوتی ہے جس کے نتیجے میں آدمی کامیاب وکامران ہو کر قرب الٰہی حاصل کرتا ہے-

محفل کے اختتام پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا گیا جس کے بعد صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز صاحب نے مسلمانوں کی موجودہ صورتحال کی اصلاح کے لیے خصوصی دعا کی مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگوں نے بیعتِ تجدید عہد کا شرف بھی حاصل کیا-

چشتیاں ضلع بہاولنگر:

10 دسمبر 2014ء

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین برانچ چشتیاں ضلع بہاولنگر کے زیرِ اہتمام سنٹرل پارک چشتیاں میں صاحبزادہ حاجی سلطان محمد بہادر عزیز صاحب کی صدارت میں نہایت ہی پُر رونق اجتماع بسلسلہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ وحق باھُو کانفرنس کا اہتمام ہوا- تلاوت ونعت کے بعد حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام پڑھا گیا-

مولانا مفتی محمد منظور حسین صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

کوئی بھی انسان اس وقت تک کامیاب وکامرانی کو اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اپنی اساس اور بنیادی اصولوں کو نہیں اپنا لیتا اور جب ہم اپنی بنیاد کو دیکھتے ہیں جس کو اپنا کر ہم نے کامیابی کو حاصل کرنا ہے تو وہ ہے قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ جن کو عملی جامہ پہنا کر ہم نے کامیابی کو حاصل کرنا تھا اس کو ہم نے ترک کر دیا، اس کو ہم نے چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ہم ذلیل ورسوا ہو گئے- علامہ اقبال اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہ	معزز	تھے	زمانے	میں	مسلماں ہو کر
اور	تم	خوار	ہوئے	تارک	قرآں ہو کر

آج اگر ہم اپنی اس عظمتِ رفتہ کو پھر سے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کیلئے ہمیں اپنے بنیادی چارٹر پر عمل کرنا ہوگا تاکہ ہم زوال سے نکل کر عروج، پستی سے نکل کر بلندی، عظمت اور رفعت کو پھر سے حاصل کریں اور ظاہر کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ کر کے اپنے باطن سنواریں تاکہ دارین میں کامیابی نصیب ہو سکے-

مرکزی ناظم اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین الحاج محمد نواز قادری نے مرکزی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

قرآن مجید اور انسان کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ قرآن کریم انسان کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور اپنے محبوب کریم ﷺ کی وساطت اور وسیلے سے انسان تک پہنچایا، اب ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم صرف پڑھنے پڑھانے تک نہ رک جائیں بلکہ اسے پڑھیں بھی، سمجھیں بھی اور اس پر عمل پیرا ہو کر کامیاب بنیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان مقدس ہے کہ حضرت ابراہیم کی امت کے ۷۰ گروہ بنے ایک کامیاب باقی گمراہ ہو گئے- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے ۷۱ گروہ بنے ایک کامیاب باقی گمراہ ہو گئے اور میری امت کے ۷۳ گروہ بنیں گے ایک کامیاب ہوگا اور باقی گمراہ ہو جائیں گے صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کامیاب کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ما انا علیہ و اصحابی﴾

''جس پر مَیں اور میرے صحابہ ہیں-''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی صراط مستقیم پر ہیں صحابہ کرام بھی صراط مستقیم پر ہیں اور صراطِ مستقیم قلبی ذکر ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود قلبی ذکر فرماتے اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا:

﴿تنام عینی ولا ینام قلبی﴾

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کی بھی یہی دعوت ہے کہ نماز کے ساتھ قلبی ذکر سے اپنی روحانیت کو بیدار کر کے اپنی زندگی کے اصل مقصد معرفتِ الٰہی حاصل کریں- پروگرام کے اختتام پر درود وسلام پڑھا گیا- اس کے بعد صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز صاحب نے اجتماعی دعا فرمائی- تقریب میں عامۃ الناس نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی- محفل کے اختتام پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا گیا جس کے بعد صاحبزادہ حاجی سلطان محمد بہادر عزیز صاحب نے مسلمانوں کی موجودہ صورتحال کی اصلاح کے لیے خصوصی دعا کی- ممتاز سماجی، سیاسی ومذہبی شخصیات اور ہزاروں افراد اس محفل میں شرکت کر کے رُوحانی فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے-

ڈیرہ غازی خان:

11دسمبر2014ء

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین برانچ ضلع ڈیرہ غازی خان کے زیرِ اہتمام سلطانیہ گارڈن میں صاحبزادہ حاجی سلطان محمد بہادر عزیز صاحب کی صدارت میں نہایت ہی پُر رونق اجتماع بسلسلہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ وحق باھُو کانفرنس کا اہتمام ہوا- تلاوت ونعت کے بعد حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام پڑھا گیا-

مولانا مفتی محمد منظور حسین صاحب نے مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین قرآن وسنت کی روشنی میں اولیاء کرام کی تعلیمات کو عام کر رہی ہیں جس میں انسانی اقدار کو اُجاگر کرنا دورِ حاضر میں اہم فریضہ ہے جبکہ دوست دوست نہ رہا، بھائی بھائی کا دشمن بن گیا باپ کے ساتھ بیٹا اور بیٹے کے ساتھ باپ محفوظ نہ رہ سکا- اس ظلمت بھرے معاشرے میں آج ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی عظمت کو اُجاگر کیا جائے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ولقد کرمنا بنی آدم﴾

اور ہم نے اولادِ آدم کو عزت والا بنایا ہے-

انسان کے سر پر اللہ نے کرامت کا تاج پہنایا ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ انسان نے اس کی قدر نہ کی اور اُس کا پاس، لحاظ نہ رکھا-

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کی یہی دعوت ہے کہ آپ آئیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق قائم کر کے اپنے اس تاج کو پھر سے اپنے سَروں پر سجائیں جو اللہ رب العزت نے ہمیں عطا کر رکھا ہے-

مرکزی ناظم اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین الحاج محمد نواز قادری نے مرکزی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

اولیاء کرام کی تعلیمات مشاہدات کی تعلیمات ہے جو وہ پریکٹیکل کر چکے ہوتے ہیں اس کو بیان کرتے ہیں جیسے حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایں قالِ من ہر حالِ من''

آپ فرماتے ہیں کہ اپنے جسم کی حد تک محدود نہ رہو بلکہ اندر کی دنیا کو دیکھو انسان کے اندر ایک بہت بڑا جہان آباد ہے اور یہی انسان اللہ کی جلوہ گاہ بھی ہے اور اس کے محبوب کا ٹھکانہ بھی اسی کے اندر ہے-

؎ ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ھُو

اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا:

﴿لا یسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی فی قلب عبدالمومن﴾

’’اور مَیں نہیں سما تا زمینوں اور آسمانوں میں لیکن مَیں بندۂ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں-‘‘

؎ دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ھُو

دل تک پہنچ کر اسے کھولنے کی چابی تصورِ اسم اللہ ذات ہے جس کو اپنے دل پر نقش کر کے اندر کی دنیا کو آدمی دیکھ سکتا ہے-

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

آخر میں درود وسلام کے بعد صدرِ محفل صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز صاحب نے حاضرین محفل کی فلاح و بہبود کے لیے خصوصی دعا فرمائی-

لیہ: 12دسمبر2014ء

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین برانچ ضلع لیہ کے زیرِ اہتمام خورشید سپورٹس گراؤنڈ چوک اعظم میں صاحبزادہ حاجی سلطان محمد بہادر عزیز صاحب کی صدارت میں نہایت ہی پُر رونق اجتماع بسلسلہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ وحق باھُو کانفرنس کا اہتمام ہوا- تلاوت ونعت کے بعد حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام پڑھا گیا-

مرکزی سیکریٹری جنرل اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے ٹیلی فونک خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت ورہنمائی کیلئے قرآن کریم نازل فرمایا اور قرآن کریم کو دیکھا جائے تو اس سے متعلق پانچ عظیم ہستیاں ہیں

۱- اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے قرآن کو نازل فرمایا-

۲- رسول اللہ ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا-

۳- جبریل امین جو قرآن کریم لے کر آئے-

۴- قرآن مجید بذاتِ خود

۵- لوحِ مکنون جس میں قرآن کریم محفوظ ہے-

یہ پانچوں روحانیت سے متعلق ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ذات سے متعلق فرمایا ﴿اللّٰہ نور السموات والارض﴾ نور کا تعلق عالمِ روحانی سے ہے- دوسرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی اور آپ کی نبوت یہ کسی یونیورسٹی کی ڈگری نہیں بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے یعنی نبوت بھی منصب روحانی ہے، جبریل امین کا پیکر رسول پاک کے بغیر کسی نے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن میں روح القدس فرمایا تو جبریل بھی ایک وجودِ روحانی ہیں تو یہ بھی روحانیت کے متعلق ہے، قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے نور اور کتاب مبین فرمایا ہے اور یہ بھی روحانیت کے متعلق ہے اور لوحِ مکنون کو کسی نے دیکھا نہیں تو یہ بھی روحانیت کے متعلق ہے- جب ہماری بُنیاد یعنی قرآن پاک سے متعلق تمام چیزیں عالمِ روحانی سے تعلق رکھتی ہیں تو اس کا مطلب صوفیائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ انسان کی اصل چیز روحانی خزانہ ہے جس کی جانب انسان کو متوجہ ہونا چاہئے- اس لیے انسان کی انسانیت کی تکمیل اور آدمی کی آدمیت کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنی روحانیت کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے- آخر میں درود وسلام کے بعد صدرِ محفل صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز صاحب نے حاضرین محفل کی فلاح و بہبود کے لیے خصوصی دعا فرمائی-

☆☆☆☆☆

ولادتِ مصطفیٰ ﷺ

مفتی محمد مطیع اللہ قادری

﴿اللّٰہ نو ر السموات ولارض ﴿مثل نورہ﴾ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ﴾(۱)

''اللہ نور ہے آسمانوں اورزمین کا،اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہواس میں چراغ ہو،وہ چراغ شیشے کے ایک فانوس میں ہو-''

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کیلئے ہیں جس نے ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو بشیر ونذیر، داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا اور آپ کو عظیم ہیبت وجلالت اور تمام رفعتیں اور تمام بلندیاں عطا فرمائیں-

آپ ﷺ کی ذات جن وانس، بحر وبر، شجر وحجر، جمادات، حیوانات، نباتات تمام کیلئے رحمت ہے-آپ ﷺ کو بدرِ منیر بنا کر بھیجا اور کائنات کے گوشے گوشے میں آپ کا روشن اور دل ودماغ میں اتر جانے والا ذکر پھیلایا اور آپ کے وجود مبارک سے یہ اجڑی ہوئی کائنات جس کے اندر انسانوں کی جگہ خون خوار درندے رہتے تھے محبت واُلفت، رأف ورحمت نام کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی اور یہ ارضِ عظیم اپنی زبانِ حال سے بارگاہِ خداوندی میں یوں گویا ہوئی! یا خالقِ ارض وسما کرم فرما اور اس کائنات کو آباد کرنے والا بھیج جس کے ذریعے کائنات میں سے تاریکی ختم ہوجائے اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ روشن وتاباں ہوجائے-اللہ رب العزت نے اس کائنات پر کرم فرمایا اور وجودِ مصطفےٰ ﷺ سے اس کائنات کی تاریکی کو ہمیشہ کیلئے ختم کردیا ایسا وجود عطا فرمایا جو کائنات کی ظاہر وباطن کی تمام تر تاریکیوں کو ختم کرنے والا اور حیات بخش ہے-

تاریکی اندھیرا تو اِس کی ضد روشنی اجالا ہے ظلمت کی ضد نور ہے تو جتنی زیادہ تاریکی تھی، ظلمت تھی تو اب اس کو روشن کرنے کیلئے اتنے زیادہ نور اور روشنی کی ضرورت تھی تو خالق لم یزل نے ایسا نور اور روشنی اس کائنات کو عطا کی کہ اب قیامت تک یہ کائنات من کل الوجوہ تاریک نہیں ہوسکتی-

نور کا معنی ﴿ھو الظاھر الذی بہ کل ظھور﴾(۲)

''نور وہ ہے جس سے ہر شے کا ظہور ہو-''

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہی سے کل کائنات ظاہر ہوئی-وجودِ عدم سے تو کوئی چیز تاریک تر نہیں نور ایسا وجود ہے کہ کل کائنات کو فیض پہنچاتا ہے اور یہ ذاتِ الٰہی کا نور ہے-نور کی چار قسمیں ہیں-

۱-جس سے آنکھوں کو اشیاء ظاہر ہوں لیکن وہ خود دیکھنے والا نہیں جیسے سورج وغیرہ کا نور جس سے پوشیدہ اشیاء ظاہر ہوتی ہیں-

۲-آنکھ کا نور جس سے اشیاء کو آنکھیں دیکھتی ہیں-

۳-عقل کا نور یہ اشیاء معقولہ مخفیہ کو آنکھوں کیلئے ظاہر کرتا ہے-

۴-نورِ حق یہ اشیاء مخفیہ کو ظاہر کرتا ہے-(۳)

سلطان المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس کا قول ہے-

﴿ان معناہ ھادی اھل السموات والارض فھم بنورہ یعنی بھدایتہ الی الحق یھتدرون و بھداہ من خیرۃ الضلالتی ینجون﴾(۴)

''حضرت ابن عباس فرماتے ہیں آسمان اور زمین والوں کا وہ ہادی ہے پس اسی کے نور ہدایت سے راہنمائی پاتے ہیں اور گمراہی کی حیرانی سے نجات پاتے ہیں۔''

﴿مثل نورہ﴾ سے مراد حضور کا نورِ مقدس ہے۔مصباح سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

﴿قال سعید بن جبیر و ضحاک هو محمد ﷺ قال ابن عباس لکعب الاحبار اخبرنی عن قوله تعالیٰ مثل نوره کمشکوٰة قال کعب هذا مثل ضرب الله منبیه ﷺ فالمشکوة صدره والزجاجة قلبه والمصباح فیها النبوة یکاد نور محمد وامره یتبین للناس ولو لم یتکلم انه نبی﴾ (۵)

''حضرت ابن عباس نے کعب الاحبار سے مثل نورہ کمشکوٰۃ کے ارشاد کے متعلق پوچھا تو حضرت کعب نے فرمایا یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم کیلئے بیان فرمائی۔مشکوٰۃ سے مراد نبی مکرم کا سینہ مبارک ہے اور زجاجۃ سے مراد آپ کا قلب منور ہے مصباح سے مراد نبوت ہے یعنی حضور اکرم ﷺ کا نور اور حضور ﷺ کی شان بلند خود بخود عیاں تھی اگر چہ آپ اعلانِ نبوت نہ بھی فرماتے جیسا کہ کتب احادیث میں مروی ہے۔''

﴿حدثنا مخدوم بن نبهانی لما ولد رسول الله ارتجس ایوان وسقطت منه اربع عشر شرفه و حمدت نار فارس ولم تحمد قبل ذال بالف سنة﴾ (۶)

''حضرت مخدوم نبہانی فرماتے ہیں جب رسول اللہ کی ولادت ہوئی ایوانِ کسریٰ پرلرزہ طاری ہوگیا اور اس کے چودہ کنگرے گرے اور فارس کا آتش کدہ بجھ گیا جب کہ اس سے پہلے ایک ہزار سال گزر گیا تھا اس کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تھی۔''

﴿اخرج ابن عساکر ان ابا طالب حسین اقحط لواد استسقی ومعه النبی وهو غلام کاخذ ا ابو طالب النبی والصق ظهره بالکعبة ولا ذی النبی باصبحه وما فی السماء قبرعة فاقبل السحاب من هلهنا و اهلهنا فاغرق واغرق والعجزاه الوادی و فی ذالك ابو طالب شعر﴾

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للاکرامل (۷)

''ابن عساکر فرماتے ہیں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ابھی بچپن تھا علاقہ میں قحط پڑ گیا حضرت ابوطالب آپ ﷺ کو ساتھ لے کر حرم میں تشریف لائے اور آپ کو کعبہ کے ساتھ بٹھا دیا آپ کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا اور دعا مانگی اسی وقت آسمان پر کوئی بادل نہیں تھا، دعا مانگنے کی دیر تھی کہ بادل اِدھر اُدھر سے ہجوم کر آئے اور موسلا دھار بارش برسی یہاں تک کہ وادیاں بہنے لگیں اس وقت حضرت ابوطالب نے یہ شعر پڑھا۔

وہ سفید من بھائی رنگت والا جس کے روئے تاباں کے صدقے بادل کی آرزو کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ماویٰ اور بیواؤں کا ملجا ہے۔''

﴿ان حلیمة لما اخذته دخلت علی الاصنام فنکس الهبل راسة وکذا جمیع الاصنام من اماکنها تعظیما له وجائت به الی الحجر الاسود لیقبله فخرج الحجر الاسود من مکانه حتی التصق بوجه الکریم ﷺ﴾ (۸)

''حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جب آپ کو بت کدہ میں لے کر گئیں تو ھبل بت نے اپنا سر جھکا دیا اسی طرح تمام بتوں نے آپ کی تعظیم میں سر جھکا دیا، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کو حجرِ اسود کے پاس لے گئیں تاکہ آپ اسے بوسہ دیں تو حجرِ اسود اپنی جگہ سے نکلا آپ کے چہرے کے قریب ہوگیا (تاکہ آپ بآسانی بوسہ دے دیں)۔''

تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلانِ نبوت سے پہلے بھی تمام لوگوں پر عیاں تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں:

﴿قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الله عز وجل خلقٓ خلقه فی ظلمة ثم القی علیهم من نوری یومئذ فمن اصابه من نوره یومئذ اهتدی ومن اخطا ضل﴾ (۹)

''حضرت عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا جس کو یہ نور ملا اس نے ہدایت پائی جس کو یہ نور نہیں ملا وہ گمراہ ہوا۔''

جس نور کے حصول پر انسان کی ہدایت کا مدار ہے اس نور کے حصول کا طریقہ کیا ہے؟ آدمی کیسے اس نور کو حاصل کرے گا؟

﴿طریق الاصاطق ان یقتبس ذلك النور فمن بعثه الله رحمة اللعلمين و شرح صدره وملاء قلبه نور ا وحمكة وايمانا و يجعل قلبه مراة لقلبه عليه السلام فيتنور قلبه بقدر القتباس والاقتفاء فمنهم من اكتسب صورة الايمان و نجى من الكفر فى الدنيا والنيران فى الاخرة و منهم من اكتسب حقيقة الايمان على تفاوت الدرجات و منهم من لم يقبس اصلاًفاخطاته النور و ضل﴾(۱۰)

''اس نور کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اُس نور کو اُس ذات کریمہ سے حاصل کرے جس کو اللہ تعالٰی نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور جس کے دل کو نور حکمت وایمان سے لبریز فرمایا- انسان ایسے دل کو قلب مصطفٰے ﷺ کے سامنے آئینہ بنائے پس اس طرح انسان کا دل بقدر حصول فیض روشن ہوجائے گا- پس جس نے قلب مصطفٰے ﷺ سے ایمان کی صورت میں اکتساب فیض کیا تو وہ دنیا میں کفر اور آخرت میں آگ کے عذاب سے نجات پا گیا اور جس نے فیضان قلب مصطفٰے ﷺ سے کچھ حاصل نہ کیا پس وہ نور سے محروم رہا اور وہ گمراہ ہوگیا-''

ہدایت کا مدار قلبِ مصطفٰے ﷺ کا فیضان ہے اگر قلبِ مصطفٰے ﷺ کا فیضان مل گیا تو ہدایت یافتہ ورنہ گمراہ-

قلبِ مصطفٰے ﷺ کا فیضان کہاں سے نصیب ہوگا؟ حدیث مبارکہ میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

﴿قال قال رسول الله ﷺ ان الله انية من اهل الارض وانية ربكم قلوب عبادالصالحين﴾(۱۱)

''آقا کریم ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالٰی کیلئے اہلِ زمین سے کچھ برتن ہیں اور تمہارے رب کے برتن اللہ پاک کے نیک بندوں کے دل ہیں-''

اب قلب فیضانِ مصطفٰے ﷺ کو حاصل کرنے کیلئے اس اللہ کے بندے کو تلاش کرنا ضروری ہے جن کا دل رب کا برتن ہے کیونکہ ان کے قلوب سے فیضانِ مصطفٰے ﷺ نصیب ہوگا تو اب وہ اللہ کا بندہ جس کا دل اللہ کا برتن ہے تو اس بندۂ مومن تک پہنچنا ہدایت- تمام تر ظلم و جبر درندگی حیوانیت اور انسانیت سوز اعمال بے راہ روی اندھیرا ہیں- ہدایت ایمان، محبت ہمدردی، انسانیت سے پیار، خلقِ خدا کی بھلائی یہ روشنی ہیں جب یہ نور مبارک عرب کی زمین پر ضوفشاں ہوا تو پہلے یہ تمام چیزیں موجود تھیں اور اس کے بعد یہ معاشرہ بدل گیا اور وہی معاشرہ ایسا سنورا سدھرا کہ پوری تاریخ میں اس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی- موجودہ حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ معاشرہ میں امن اور خوبصورتی آئے تو امن اور خوبصورتی اچھی عمارتوں یا سڑکوں سے نہیں بلکہ اچھے اذہان اور پاکیزہ دلوں سے آئے گی تو دل اللہ پاک کے نور سے پاک ہوگا اور وہ نور بندۂ مومن سے نصیب ہوگا آئیں اور اُس نور کو تلاش کریں-

حوالہ جات:

(۱)(النور:۳۵) (۲) (الف) تاج العروس، (ب) لسان العرب،(ج) المقصد الاسنی فی شرح معانی اسماء الله جلد ۱ ص ۱٤٦، (د) تحفة الاحوذی شرح جامع ترمذی جلد ۱۷ ص ٤٦٩، (ه) شرح سنن ترمذی جلد ٤ ص ۸۲، (و) مرعاة المفتاح لتبریزی، (ز) اعجاز البیان فی تفسیر ام القرآن جلد ۱ ص ۳۳۲، (ح) تفسیر روح البیان جلد ۹ ص ۱۳٥) (۳)(روح البیان سورة نور ص ۲۲٦) (٤)(الف) (تفسیر ابی سعود جلد ٦ ص ۱۷٥، (ب) تفسیر بغوی جلد ٦ ص ٤٥ ، (ج) تفسیر خازن جلد ٥ ص ۷٦، (د) تفسیر اهلباب لابن عادل جلد ۱ ص ۳۸۳۱، (ه) تفسیر مراح لبید لکشف معنی القرآن المجید جلد دوم ص ۱۱۲) (٥)(تفسیر مظهری جلد ٦ ص ٥۲٥) (٦)(الف) (دلائل النبوة للبيهقی جلد ۱ ص ٥٤- (ب)دلائل النبوة للاصبحان جلد ۱ ص ۱۳٤- (ج) السیرت النبوی جلد ۱ ص ۱۲۳- (د)سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد جلد ۱ ص ٤) (۷)(الف)(مختصر سیرت رسول جلد ۱، ص ۲۰- (ب)الخصائص الکبری جلد ۱ ص ٤٥ ، (ج)سبل الهدیٰ والرشاد فی سر خیبر العباد جلد دوم ص ۱۳۷) (۸)(تفسیر مظهری جلد ٦ ص ٥۲۸) (۹)(الف)(المسند الجامع جلد ۷ ص ۱۳، (ب)السنن الکبری الجامع الصحیح سنن ترمذی حدیث نمبر ۲٦٤۳، (ج)المستدرك علی الصحیحین جلد ۱ ص ۸٤، (د)تحفة الاحوذی جلد ۱٤ ص ۳۹۷، (ه) فتح الباری لابن الحجر جلد ٦ ص ۳٥۹، (و) فیض القدیر للمناوی جلد ۹ ص ۱۱۷، (ز) کنز العمال حصه ۲٤ ص ۱۳٦، (ح)فتح الباری شرح صحیح البخاری حصه ۲٦ ص ۲۹٥) (۱۰)(تفسیر مظهری جلد ٦ ص ٥۳۸) (۱۱)(الف)(الجامع الصغیر جلد ۱ ص ۳٦٥،(ب) الجامع الحدیث حدیث نمبر۸۲۳۳)

اَوراقِ گُم گشتَہ

(مُسلمانوں کی علمی و سائنسی خدمَات اور مُستشرقیٖن)

اُسامہ بن اشرف

آج اکیسویں صدی میں مسلمان نصف خطۂ زمین پر مقیم ہیں جن کا آغاز ۶۱۰ء میں مکہ کی وادیوں میں نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کے اعلان نبوت پر ہوتا ہے آپ کا محبت واخوت، عالمی امن، باہمی ہم آہنگی اور سماجی انصاف پر مبنی پیغام روئے زمین پر ابرِ کرم کی طرح پھیلتا چلا گیا اور آج دنیا میں کوئی مقام ایسا نہیں جہاں یہ پیغام نہ پہنچا ہو- مسلمان ایک طویل عرصہ تک اپنے علمی و تحقیقی کارہائے نمایاں کی بدولت دنیا میں عظیم ترین قوم گردانی جاتی رہی ہے مگر پچھلی چند صدیوں سے مسلمانوں کیلئے دہشت گرد، شدت پسند، کٹر مذہبی، سائنس دُشمن وجدت دشمن جیسی اصطلاحات استعمال کی جارہی ہیں جس کی وجہ نسلِ نَو کی تاریخ کے حقیقی پہلو سے ناآشنائی ہے- وقت کے ساتھ ساتھ جہاں مسلمانوں کی علم دوستی میں کمی آئی وہیں پر اغیار کی مسلم دشمنی اور علمی بددیانتی کے باعث مسلمانوں کے عظیم علمی ورثہ کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے کی کوششیں کی گئیں جن میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے- بالخصوص اہلِ مغرب میں جو عمومی رویّہ بن چکا ہے وہ کسی بھی طور اپنی علمی ترقی وایجادات کو مسلمانوں کی علمی وسائنسی ترقی کا تسلسل ماننے پہ تیار نہیں ہیں اور بضد ہیں کہ ''ڈارک ایج'' سے نکلنے کیلئے جو کچھ بھی کیا ہے ہم نے خود ہی کیا ہے علم کو ابتدا سے اس ارتقا تک ہم ہی اپنی ذہانت وفطانت سے لیکر آئے ہیں- اِس میں مسلمانوں سے جو کچھ مغرب نے پایا اور حاصل کیا نا صرف وہ اس کے اعتراف سے منکر ومنحرف ہیں بلکہ وہ ایسی کسی چیز کے وجود کو ہی نہیں مانتے جو مسلمانوں کی ایجادات کا تسلسل کہی جائے- اس کے برعکس مغرب کے کچھ حقیقت پسند اور علم دوست دانشوروں نے تاریخ کے حقیقی رخ کو واضح کرنے کی سعی بھی کی ہے اگر مسلمانوں کی خدمات کا اعتراف کرنے اور انہیں سراہنے اور خراجِ تحسین پیش کرنے والوں کی فہرست پہ نظر دوڑائی جائے تو بھی خاصی طویل ہے ظاہر ہے کہ ایک مختصر تجزیاتی مُطالعہ میں ان سب کا ذکر تو ممکن نہیں اُن میں دو شخصیات کی ایک ایک کتاب پر مختصر نظر ڈال لیتے ہیں وہ دو شخصیات مائیکل ہیملٹن مورگن اور جونیتھن لیونز ہیں- زیرِ نظر مضمون میں مذکورہ دونوں مستشرقین کی معروف کُتب سے استفادہ کیا گیا ہے اور جو حقائق انہوں نے تحقیق کیے ہیں انہیں مختصر پیرائے میں بیان کرنے کی سعی کی ہے- مائیکل ایچ مورگن کی کتاب ''ضائع کردہ تاریخ'' (Lost History) اور جونیتھن لیونز کی کتاب ''ہاؤس آف وزڈم'' پڑھنے کے لائق کتب ہیں جو کہ ہماری اسلامی علمی میراث کی داستان بیان کرتی ہیں- مسلمانوں کا علم وتحقیق سے بڑا مضبوط ربط ہے جس کا اندازہ دینِ اسلام کے ابتدائی دور میں داعیِ اسلام کامل امام المرسلین حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے علم وتحقیق کے متعلق (خصوصاً اصحاب صفہ کو) احکامات سے لگایا جاسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

۱- علم مومن کی گمشدہ میراث ہے اسے جہاں سے ملے حاصل کریں-

۲- ماں کی گود سے قبر کی آغوش تک علم حاصل کرو-

۳- علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے-

۴- دانشور (محقق) کے قلم کی روشنائی شہید کے خون سے مقدس ہے-

۵- یااللہ! مجھے اشیاء کا علم ان کی حقیقت کے مطابق عطا فرما-

۶- یااللہ! میرے علم میں اضافہ فرما-

آپ کے درج بالا احکامات واقتباسات کے باعث آپ کے ہمہ تن گوش رہنے والوں نے نہایت جوش وجذبے سے علم وتحقیق کے سمندر میں غوطہ زنی کی اور نمایاں کامیابی حاصل کی- آپ کا پیغام عالمی امن اور باہمی ہم آہنگی پر مبنی تھا جس کا ثبوت آپ کا خطبہ حجۃ الوداع ہے (جو آپ ﷺ نے اپنے آخری ایام میں ارشاد فرمایا) آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمام انسان آدم اور حوا کی اولاد ہیں کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی گورے کو کسی کالے پر یا کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں مگر تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنا پر۔''

پس آپ ﷺ کا پیغام عالمگیریت سمیٹے ہوئے ہے۔

خلفاء راشدین نے بھی آپ ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے علم و تحقیق کے اس علم کو نہ صرف مضبوطی سے تھامے رکھا بلکہ آپ کا عالمگیر پیغام آدھی دنیا تک پھیلا دیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پیغامِ امن، سماجی انصاف اور پرچارِ توحید کی وضاحت کرتے ہوئے جونیتھن لیونز (Jonathan lyons) نے لکھا ہے کہ

" Muhammad's message is of social justice, the need for good work and the oneness of God."(Pg.78 The House of wisdom)

''(حضرت) محمد (ﷺ) کا پیغام سماجی انصاف، اعمالِ صالح کی ضرورت اور توحیدِ الٰہی پر مبنی تھا۔''

آپ کا یہ پیغام بادِ مخالف سے نہ ڈرا بلکہ شاہین کی طرح فضا کا سینہ چیرتے ہوئے عالمِ انسانیت میں پھیلتا چلا گیا۔ جس بھی علاقے میں مسلمانوں کے عالمی امن، محبت و اخوت اور باہمی ہم آہنگی کا پیغام پہنچا وہ علاقہ اپنے علمی و تحقیقی میدان میں کامیابی کی بدولت دنیا کے صفِ اوّل کے شہروں میں گردانا جاتا رہا ہے۔ اگر عالمِ اسلام کے پہلے دارالخلافہ ''مدینۃ المنورہ'' کا تذکرہ کریں تو اس میں شبہ نہیں کہ اس جیسا شہر کائنات میں موجود نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی بنیاد خود محبوبِ خدا نے رکھی اور یہ ایک طویل عرصہ تک اسلام کا دارالخلافہ رہا اور آج بھی مرکزِ اسلام کی حیثیت سے قائم ہے، اسلام کی ترویج میں مدینۃ المنورہ اور اصحابِ صُفہ کی شکل میں باقاعدہ اکیڈمی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ خلفائے راشدین اور عظیم محققین نے اسی شہر میں صحبتِ رسالت ﷺ میں علم و حکمت سیکھی اور امامیت کا عظیم فریضہ انجام دیا۔ عبداللہ محمد بن المنصور ابو جعفر نے بغداد کی بنیاد رکھی اور بغداد کو عالمی سطح پر قائم کیا اس کے بعد عبداللہ المامون نے مسلم قوم کی ترقی و خوشحالی کا بیڑا اٹھایا جو خود کو عقیدۂ توحید و رسالت کا محافظ سمجھتا رہا اور بغداد کی باگ ڈور سنبھالی اور اسے اپنے دور کا بہترین شہر منوانے میں کامیاب ہوا۔

المامون نے بغداد میں ''دارالحکمۃ'' قائم کر کے مسلمانوں کو علم و تحقیق کا مکمل موقع فراہم کیا جس سے مسلمانوں نے مکمل استفادہ کیا۔ المامون نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو بھی مکمل سہولیات فراہم کیں تاکہ وہ بھی بنی نوع انسان کی خدمت میں اپنا کردار بخوبی ادا کر سکیں المامون کی علم دوستی کے متعلق مائیکل ہیملٹن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

" It is the desperate desire of al-Mamun to swallow all knowledge and wisdom." (pg.50 Lost History)

''علم و حکمت کو نگل لینا المامون کی بیتاب (شدید) خواہش تھی۔''

محمد بن موسیٰ الخوارزمی، حنیان بن ابن اسحٰق اور الکندی جیسی شخصیات نے دارالحکمۃ میں تعلیم و تربیت حاصل کی اور دارالحکمۃ تقریباً تین صدیوں تک علم و حکمت کا مرکز بنا رہا۔ دارالحکمۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی کے آخر میں دارالحکمۃ میں ۴ لاکھ ۵۰ ہزار کتابیں (بمعہ مختلف تراجم اور قلمی نسخہ جات) موجود تھیں۔ اسی طرح القاہرہ، دمشق، قرطبہ، سمرقند، نیشاپور اور دلی اپنے اپنے ادوار میں مسلم مراکز کے طور پر معروف ہوئے۔ ۹۷۲ء میں ''الحاکم'' کے دورِ حکومت میں القاہرہ میں ''جامعہ الازہر یونیورسٹی بمعہ جامعہ الازہر مسجد'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس کی بدولت ابنِ یونس جیسا ماہر فلکیات اور ابن الہیثم جیسی عظیم شخصیات نے القاہرہ کا رخ کیا اور القاہرہ اپنی علمی و ادبی کامیابی کے باعث بغداد کے ہم پلہ تصور کیا جانے لگا۔

ریاضیات کی شاخ میں تحقیق کے متعلق قرآن نے ان الفاظ میں دعوت دی ہے کہ

''اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔'' (الجن ۲۸)

اگر حقیقتِ سائنس پر غور کریں تو ریاضی کو ''ماں'' کی سی حیثیت حاصل ہے کیونکہ باقی تمام شاخیں اسی کی کوکھ سے جنم لیتیں ہیں۔ ریاضی کا تحریری تحقیق و استعمال مسلمانوں ہی سے شروع ہوتا ہے گو کہ مسلم قوم سے پہلے یونان میں اس پر کام ہی ہوا مگر وہ اپنے اندر جامعیت و موثریت نہ رکھنے کے باعث ہر خاص و عام میں قابلِ استعمال نہ ہوا۔ ریاضی کے موجدوں میں محمد بن موسیٰ الخوارزمی سرفہرست ہیں جو ۷۳۸ء میں خلافتِ بغداد کے

شہر خوراسان میں پیدا ہوئے جن کے آباؤاجداد کا تعلق خیوہ/ کھیوہ (خوارزم ۔ تاجکستان) سے تھا-

الخوارزمی نے فلکیات، الجبرا اور ارتھمیٹکس میں پُرثمر تحقیق کی - دنیا میں پہلی دفعہ سورج کا زمین سے زاویہ معلوم کیا-صفر (zero_0) کے ریاضیات میں استعمال کا سہرا بھی الخوارزمی کے سر ہے- ''پائی'' (pi) جو نہ صرف ریاضی بلکہ سائنس کی تمام شاخوں میں استعمال ہوتی ہے'' کا ماخذ بھی الخوارزمی کی کتاب ''کتاب الجمع والتفریق'' (The book of addition and subtraction) ہے-

''الجبرا'' جو ریاضی کا لازمی حصہ بن چکا ہے اس کا نام تک الخوارزمی کی کتاب ''کتاب الجبر والمقابلہ'' سے لیا گیا ہے- الخوارزمی نے ''زج السند ھند'' (Zij al.sindhind) کے نام سے سٹار ٹیبل بھی متعارف کروایا جو بیس سو عیسوی تک مصروشام میں استعمال کیا جاتا رہا ہے- الخوارزمی نے مختلف کتابوں کا عربی ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ سالانہ زکوٰۃ کی مقدار نکالنے کا آسان کلیہ بھی متعارف کروایا-

ابوالعباس الفضل بن الفیر یزی نے ''ٹرگنومیٹری کا استعمال'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور اس وقت قبلہ کی صحیح سمت معلوم کر کے مسلمانوں کے دیرینہ مسلئے کا سدِ باب بھی کیا- محمد جابر بن سنان البتانی نے ۴۸۹ھ ستاروں پر مشتمل مدات کی باضابطہ فہرست مرتب کی البتانی نے سال کا دورانیہ (۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹس اور ۲۴ سیکنڈ) معلوم کیا جو البتانی کے نمایاں کارناموں میں سے ایک ہے- سب سے پہلے Decimal Fraction کو اخذ، مرتب اور متعارف کروانے والا احمد ابنِ ابراہیم الأقلدسی (دمشقی) تھا-

المامون کی ہدایت پر ''بیت الحکمۃ'' میں ۵۳۰ خاص وعام شہر، ۲۹۰ دریا اور ۲۰۰ پہاڑوں پر مشتمل جامع نقشہ تیار کیا گیا جو تاریخ میں قدیم ترین بہترین نقشوں میں امامیت کا مقام رکھتا ہے- الدین ابوالفتح عمر ابنِ ابراہیم خیامی (المعروف عمر خیام) گیارھویں صدی عیسوی کے ایک معروف ومقبول ریاضی داں، روحانی شاعر، وجودِ انسانی کے فلاسفر اور صوفی بزرگ تھے- عمر خیام نے اپنی اعلیٰ تعلیم وتربیت ''امام موافق'' کے پاس حاصل کی آپ نے ریاضی کے مختلف کلیات اخذ کیے اور موسیقی کے ساز وسُر پر ایک تحقیقی کتاب ''الشرح مشکل من کتابُ الموسیقی'' (Sharh-i-Mushkil min kitab-ul-mousiqi) لکھی جسے آئندہ صدیوں میں بڑی اہمیت حاصل ہوئی اور موسیقی کے سلیبس کے طور پر پڑھائی جاتی رہی- عمر خیام نے بلخ، سمرقند اور نیشاپور میں کیوبک ایکویشنز (Cubic Equations) کو حل کرنے کے طریقے متعارف کروائے جو اٹھارہویں صدی تک مغرب میں پڑھائے جاتے رہے- آپ کے نمایاں کارناموں میں سال کا دورانیہ معلوم کرنا بھی شامل ہے آپ نے دورِ قدیم میں سال کا دورانیہ (۳۶۵.۲۴۲۱۹۸۵۸۱۵۶) دن معلوم کیا اور آج اکیسویں صدی کی جدّت میں اٹامک مشینری استعمال کرتے ہوئے سال کا دورانیہ وہی نکلا جو عمر خیام نے دریافت کیا دورِ جدید میں دورانیہ (۳۶۵.۲۴۲۱۹۰) دن ہے-

''حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی طرح عمر خیام کو بھی صرف روحانی واخلاقی شاعری (ابیات باھو، رباعیات خیامی) کی وجہ سے مسلم وغیر مسلم دنیا میں شہرت نصیب ہوئی مگر دونوں بزرگ ہستیوں کا حقیقی پیغام اور کام دنیا کی نظروں سے اوجھل رہا- جیسا کہ مائیکل ہیملٹن نے عمر خیام کے بارے میں لکھا ہے کہ

> "Despite the brilliance of his insight into mathmatics and astronomy, Many Muslim and Non Muslim will know Omer Khayyam by the rose petal of his poetry (Rubaiyat)"
>
> Lost history page114
>
> ''فلکیات اور ریاضیات میں تیز طبع بصیرت کے باوجود، بہت سے مسلمانوں اور غیر مسلموں نے عمر خیام کو اس کی شاعری کی کلیوں کی وجہ سے جانا-''

ٹرگنومیٹری میں استعمال ہونے والے بنیادی فنکشنز چھ ہیں جن میں سے پانچ مسلمانوں کے اخذ کردہ ہیں جن میں (cosec, cos, tan, cot, sec) شامل ہیں جبکہ چھٹا 'sin' ہندوستان میں دریافت کیا گیا تھا-

فلکیات کے میدان میں سورج، چاند، زمین اور دوسرے ستاروں پر اپنی قدرت کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا:-

> ''نہ سورج کی یہ مجال کہ وہ (اپنا مدار چھوڑ کر) چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے نمودار ہو سکتی ہے، اور سب (ستارے اور سیارے) اپنے اپنے مدار میں حرکت پذیر ہیں-'' (یٰسین ۴۰)

یہ بھی واضح ہوا کہ ہر ستارہ یا سیارہ اپنے مقررہ مدار میں ہی حرکت کرتا ہے اور اسی آیت مبارکہ کی روشنی میں مسلمانوں نے فلکیات کے میدان میں قدم رکھا اور تحقیق کا آغاز ہوا جو اپنے عروج کو بھی پہنچا-

فلکیات کی تحقیق کے لیے پہلی مشین ایسٹرولیب (Astrolabe) مسلمانوں نے بنائی جس کی مثال نہیں ملتی اور اٹھارہویں صدی عیسوی تک یورپ سمیت کئی دوسرے ممالک میں استعمال کی جاتی رہی۔ کسی مینار کی بلندی معلوم کرنا ہوتی یا کنویں کی گہرائی، سورج اور اہم ستاروں کا مقام معلوم کرنا ہوتا یا مشرق ومغرب کی سمت کا تعین، وقت معلوم کرنا ہوتا یا عرض بلد اور طول بلد، یہ مشین تمام مقاصد کے لئے کارآمد تھی۔ اپنے چھوٹے حجم اور خوبصورتی کی وجہ سے دُنیا میں مشہور رہی اور آج جدّت کے دور میں Sextant (مشین) کی شکل اختیار کر چکی ہے جوئیتھن لیونز لکھتا ہے کہ

The astrolabe itself was beautiful to hold, elegant in form, powerful in function and size of salad plate (The house of wisdom.pg38)

''ایسٹرولیب پکڑنے میں خوبصورت، صورت میں نفیس، کام میں بارسوخ اور طاقتور اور حجم میں ایک سلاد پلیٹ کے برابر تھی۔''

کسی قسم کی ٹیلی سکوپ یا جدید مشین کا استعمال کئے بغیر مسلمانوں نے زمین کا قطر 7909 میل اور خط استوا کے گرد فاصلہ 24,835 میل معلوم کیا جو آج جدید مشینوں کے استعمال سے معلوم کردہ شمار (7932 میل قطر اور 24,906 میل فاصلہ) کے انتہائی قریب ہے۔

ابومحمود خجندی (Al-Khujandi) نے فلکیات کے متعلق کافی آلات ایجاد کیے جو Sextant کی طرح کام کرتے ہیں۔ شعاؤں کا عرض بلد اور دائرۃ البروج (دوران سال سورج کا ستاروں کے درمیان ظاہری راستہ) کا زاویہ بھی معلوم کیا۔

عبدالرحمٰن جو عباسیوں کے دور خلافت میں سپین ہجرت کر گیا اور وہی قیام پذیر ہو رہا اور وہاں علم وحکمت کی اہمیت کو اجاگر کیا جس سے نہ صرف لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے بلکہ وہ مختلف علوم سیکھنے کے لیے دور دراز کا سفر بھی کرتے رہے۔ جس کے متعلق جوئیتھن لیونز نے لکھا کہ

Under Abd Al Rehman and his successors, the Muslim intellectual tradition put down deep roots in Muslim Spain (The house of Wisdom page57)

''عبدالرحمن اور اس کے جانشینوں کے زیر سرپرستی مسلم شعوری روایات مسلم سپین میں اپنی گہری بنیاد قائم کر چکی تھیں۔''

عبدالقاسم مسلمہ بن احمد المجریطی ایک عظیم فلاسفر، ماہر فلکیات اور ریاضی دان تھے جو دسویں صدی عیسوی میں سپین میں پیدا ہوئے جسے آج غیر مسلموں کی طرح مسلم دنیا بھی تقریباً بھلا چکی ہے۔ لیکن آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ یورپ میں سائنس کی آمد اور فروغ میں المجریطی کا بہت اہم کردار ہے یورپ میں سائنس کا موجد ''ایڈیلرڈ آف باتھ'' (Adelard of Bath) اور اس کے ساتھیوں کو سمجھا جاتا ہے وہ سب المجریطی کے بلواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں۔ مائیکل ہیمٹن کہتے ہیں کہ

Not only sylvester (first French pope) ,Adelard of Bath, Gerard of Cremona, Robert of Chester, Plato of Tivali and many others enter in secret world through the door of Al Majraiti (Lost of History page131)

''نہ صرف سلویسٹر، ایڈیلرڈ آف باتھ، گیرڈ آف کریمونا، رابرٹ آف چیسٹر، پلاٹو آف طیوالی بلکہ اور بھی کئی (مغربی سائنسدان) المجریطی کی وجہ سے مخفی دنیا (علم وحکمت) کی دنیا میں داخل ہوئے۔''

المجریطی کے بعد سپین مسلم تاریخ کا اہم باب تصور ہونے لگا اور یورپ کی سرزمین پر جدید علم کا آغاز سپین ہی سے ہوا۔

دنیا کی سب سے پہلی رصدگاہ (جہاں سے موسمی حالات اور اجرام فلکی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے) محمد بن الحسن التوسی نے بنائی۔ محمد بن الحسن التوسی 1201ء میں خراسان میں پیدا ہوئے اعلیٰ تعلیم کے لئے 1220ء میں نیشاپور کا سفر اختیار کیا۔ ''التوسی'' ماہر فلکیات ماہر ریاضی اور عظیم فلاسفر مفکر اسلام اور دانشور تھے فلکیات کے اصول وقوائد کا تذکرہ کے عنوان پر کتاب (Memoir of Science) لکھی۔ کبلائی خان Kublai Khan نے 1267ء میں التوسی کے بنے ہوئے آلات اپنے سب سے بہترین درباری انجینیر Kuo Snou Ching کو دیئے اور اسی طرز پر اور آلات بنانے کو کہا تو وہ ان آلات کو صحیح استعمال تک نہ کر سکا اور اصل آلات کو ہی خراب کر بیٹھا۔ اس واقعہ سے مسلم مفکر اور دانشوروں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا بہت آسان ہے۔

موسیٰ بن میمون نے کہا تھا کہ

Muslims are more tolerant and intellectualy open than anyone in 12th centuary in Europe or Asia. (Lost of History page137)

''بارہویں صدی عیسوی میں ایشیا یا یورپ میں مسلمان سب سے زیادہ بردبار اور باشعور تھے۔''

اگر آلات کی بات کریں تو ڈیوڈ کنگ نے بہت پیارے انداز میں واضح کر دیا کہ

All astronomical instruments in Europe are Islamic in origin either directly or in-directly. (Lost of history page149)

''یورپ میں تمام آلات فلکی بلواسطہ یا بلاواسطہ مسلمانوں سے اخذ شدہ ہیں۔''

زمین آسمان کی تہوں کو کھرودکران میں چھپے رازوں کو تلاش کرنے کی دعوت اللہ پاک نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پہ دی ہے۔ اللہ پاک کی اس دعوت تحقیق کو مسلمانوں نے پورے وثوق سے قبول کرتے ہوئے کائنات کی تہوں میں چھپے رازوں کو معلوم کرنے کے لئے انتھک محنت کرتے چلے گئے جس کے ثمرات سے آج ہم فیض یاب ہو رہے ہیں۔

جابر بن حیان آٹھویں صدی عیسوی میں خلافتِ بغداد کے شہر خوراسان میں پیدا ہوئے اور آج پوری دنیا میں ''بابائے کیمیا (Father of chemistry) کے نام سے معروف ہیں اور یورپ میں (Geber) کے نام سے مشہور ہیں۔ جابر بن حیان ایک عظیم سائنسدان ہونے کے ساتھ ساتھ ''طالب حق'' اور صوفی بزرگ بھی تھے۔

مائیکل ہیملٹن نے جابر بن حیان کے بارے میں لکھا ہے کہ

Jaber will not only be drawn to the mystical spirituality of physical matter and processes, he also drawn in Sufism. He is Spiritual and mystical searcher. (Lost of History page162)

''جابر نہ صرف ظاہری مادّہ اور عمل کی صوفی روحانیت کی طرف بلکہ تصوف کی طرف بھی مائل تھا۔ وہ ایک صوفی، روحانی طالب تھا۔''

اور جونیتھن لیونز نے بھی اس سے مختلف نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ

Jaber is closely associated with mystical sufi teaching. (The house of wisdom page108)

''جابر صوفی تعلیمات کے ساتھ انتہائی گہرائی سے منسلک تھا۔''

جابر بن حیان نے مختلف موضوعات پر ۲۰۰ سے زائد کتب تحریر کیں جن میں سے چند کے قلمی نسخہ جات آج بھی یورپ کی لائبریریوں میں موجود ہیں اور وہ استفادہ کر رہے ہیں جابر کے کارناموں میں ''ایکوار جیا'' سرفہرست ہے۔ ''ایکوار جیا'' ایک محلول ہے جو مختلف مقدار میں مختلف تیزابوں کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے اور جو قیمتی ترین دھاتوں (سونا، پلاٹینیم) کو اپنے اندر حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

تاریخ اِس بات کی شاہد ہے کہ بہت سے مسلم دشمن اور علم سے منافقت رکھنے والوں نے تحقیق پر مبنی مسلمانوں کے قلمی نسخہ جات کو جلا دیا اور اکثر سائنسدانوں کو تشدد کا نشانہ بھی بنایا جاتا رہا جابر نے ایسا کاغذ (گو کہ عام کاغذ بھی مسلمانوں نے ہی آٹھویں صدی عیسوی میں ایجاد کیا) تیار کیا جو آگ میں نہ جلتا تھا۔ اور ایسی چمکدار روشنائی تیار کی جس کی لکھائی اندھیرے میں قابل مطالعہ تھی۔ جابر نے بہت سے تیزاب بھی دریافت کئے جن میں ہائیڈرو کلورک ایسڈ، نائٹرک ایسڈ وغیرہ سرفہرست ہیں۔ آپ نے ترش پھل، سرکہ اور شراب میں موجود تیزاب بھی دریافت کیے لوہے کو زنگ سے بچانے کا طریقہ بھی متعارف کروایا۔ سونے پر کندہ کاری اور کپڑوں کو رنگنے کا ہنر بھی جابر حیان ہی کا مرہونِ منت ہے۔ ''الکلی'' جو آج کیمسٹری کی وسیع شاخ ہے اس کا نام اور تصور بھی جابر نے دیا۔ تیرہویں صدی عیسوی میں علم وحکمت اور سائنس کی تعلیم و ترویج کی حقیقت رابرٹ آف کیٹن (Robert of Ketton) کے اس بیان سے واضح ہے۔

In 13th centuary Robert of Ketton (English man) produced first full latin text on Arab (Muslim) art, the book of composition of Alchemy. He said in it that since what Alchemya is and what its composition is your world does not know yet, I will first who explain in the present book (page110,the house of wisdom)

''تیرہویں صدی عیسوی میں رابرٹ آف کیٹن نے الکیمیا کے بارے میں لاطینی کتاب لکھی جس میں اس نے کہا کہ ''الکیمیا کیا ہے؟ اور اس کی ساخت کیا ہے؟ تمہاری دنیا ابھی تک نہیں جانتی۔ میں پہلی دفعہ اس کتاب میں وضاحت کر رہا ہوں۔''

تیرہویں صدی میں یورپ کی سرزمین پر ان اشیاء کا علم تک نہیں تھا جن کی ایجاد آٹھویں صدی میں جابر بن حیان نے کی تھی- یورپ نے صرف مسلم قلمی نسخہ جات چرا کر ان کا ترجمہ کیا کچھ نمایاں یورپی مترجمین درج ذیل ہیں:

In 1065 (Constantine and African) bring Muslim manuscript to Solerno (Europe) and many scholars translate Arabic text into Latin.
In 1100's Robert of Chester in England will do sevral influential translations of Al-Khwarzmi into Latin.
Gerared of Cremon (in 12th century) Roger Bacon, Albertus Magnus ,Thomas Aquins, Copernicus, Jewish schloar John of Seville, Adelard of Bath, Plato of Tivoli, Herman of Cerinthia, Rudolf of Bruges, Michael Scott of scotland, Philip of Tripoli and William of Lunis translate Muslim texts into Latin. (Pg 216-217 Lost History)

اہلِ مغرب آج جس علم وحکمت کو اپنی وراثت سمجھے ہوئے ہیں ان کو یہ حقیقت تسلیم کرنا ہوگی کہ وہ مسلم قوم کے کس قدر مقروض ہیں- یہ درست ہے کہ ہم نے خود اپنی ہی نالائقیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے یہ عظیم سرمایہ گنوا دیا ہے مگر اس بات کو بھی درست ماننا ہوگا کہ مغرب نے بھی مسلم تعصب کے پیشِ نظر دیدہ دانستہ طور پہ مسلمانوں کی خدمات کے اعتراف کو اپنی تاریخ سے خارج کیا ہے-

الکندی کے تذکرہ کے بغیر مسلم سائنس کی تاریخ ادھوری رہ جاتی ہے، الکندی عظیم ماہر طبیعات تھے- ''ریلیٹیویٹی Relativaty'' کا تصور سب سے پہلے الکندی نے اپنی تحریروں میں استعمال کیا- ریلٹیویٹی آج فزکس کی اہم شاخ سمجھی جاتی ہے مگر اس شاخ کے موجد کو سب بھول چکے ہیں بلکہ موجد ماننے تک تیار نہیں-

فریکوینسی کا تصور الکندی ہی نے دیا، الکندی نے دارالحکمۃ میں بہت عزت اور شہرت حاصل کی- 'Rest' اور 'Motion' کی اصطلاحات کا سائنسی استعمال بھی الکندی نے پیش کیا، الکندی اپنے بچپن میں جابر بن حیان کا شاگرد رہا اس لیے الکندی کو علم وتحقیق کے میدان میں جابر بن حیان کا جانشین بھی کہا جاتا ہے- الکندی نے علم تصوف بھی حاصل کیا اور صوفیا کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا جس کا اندازہ الکندی کے بیانات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، الکندی اپنے دور کے مسلم دوستوں کو نصیحت کرتے ہیں جسے مائیکل ہیملٹن نے یوں نقل کیا ہے:

" Close your eyeslook down when villains becoem master, grasp your hands for disappointment, and sit in the center of your house, in solitude. The real weath is in the heart of men and in their soul is glory.

''جب پاجی (شریر لوگ) حاکم بن جائیں (شیطان تم پر غالب آجائے) تو مایوس مت ہونا بلکہ اپنے گھر کے کونے میں، تنہائی میں بیٹھ کر اپنے اندر جھانکو- حقیقی دولت انسان کے دل میں ہے اور اس کی روح میں عظمت ہے-''

جیسا کہ اقبال کہتے ہیں:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی...

البیرونی اپنے دور کے مشہور ومقبول سائنسدان گزرے ہیں انہوں نے سفیریکل ٹرگنومیٹری کو استعمال کرتے ہوئے، پہلی دفعہ، جغرافیائی طور پر دو شہروں کو ملانے کا آسان طریقہ متعارف کروایا- بہت سے ہندو اور یہودی آپ سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق علمی وفکری استفادہ کرتے رہے- البیرونی نے زمین کا محیط معلوم کرنے کے علاوہ کم وبیش ایک سو شہروں کا عرض بلد اور طول بلد معلوم کیے- ٹھوس اشیاء کے سائے کے متعلق تحقیق بھی کی اور سایوں کے زاویوں کے اعتبار سے نماز کے اوقات کا صحیح تعین بھی کیا-

دنیا کا سب سے پہلا واٹر پمپ ''الجزائری'' نے ایجاد کیا اور مکینیکل مشینوں کے متعلق کتاب بھی لکھی جس میں ان کی ایجاد اور استعمال کے طریقے بھی متعارف کروائے-

ابن الہیثم نے مشرق ومغرب میں جو عزت ومقام حاصل کیا وہ اور کسی کے مقدر میں نہ آسکا- ابن الہیثم کا تعلق بصرہ (جنوبی عراق) سے تھا آپ نے

"The Book of Healing" سرِ فہرست ہے۔ خلیفہ ''نوح ابنِ منصور'' کے بیمار ہونے پر ابنِ سینا نے کامیاب علاج کیا جس پر خلیفہ وقت نے ابن سینا کو انعام واکرام سے نوازا۔ انعام میں وزارت یا مال ودولت نہیں بلکہ ابن سینا کے ظرف کے عین مطابق ''بخارہ'' کی درباری لائبریری انعام میں دی گئی ،جس سے ابن سینا جب چاہے استفادہ کرسکتا تھا ابن سینا نے ۷۰۰ ادویات دریافت کیں اور انہیں ہر خاص و عام کیلئے قابلِ استعمال بنایا۔ ابن سینا کی کتاب ''ضابطہ ادویات'' (Canon of medicine) یورپ میں بیس سوعیسوی تک پڑھائی جاتی رہی ہے اور مغرب میں ابن سینا کی شہرت کا سبب بھی بنی، مغرب میں ابن سینا کو "Aviccenna" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ابنِ سینا نے آنکھ اور دل پر تحقیقی کتاب بھی تحریر کی۔ ''ناسور'' کا علاج پہلی دفعہ ابن سینا نے دریافت کیا، نفسیات کے باب میں روح اور جسم کے تعلق پر فلسفیانہ مگر پُرثمر بحث بھی کی۔

۹۹۹ء میں ترکوں کے ایک خاص مسلم دشمن گروہ نے علمی مخالفت کا ثبوت دیتے ہوئے شب خون مارا جس میں بخارہ کی شاہی لائبریری (شاہی کتب خانہ) جل کر راکھ ہوگیا اسی واقعہ کے متعلق مائیکل ہیملٹن نے کہا کہ

" A Clique of Turks had burned the magnificient royal library. All books manuscripts, knowledge and wisdom burned like kubbish." (Pg 191 Lost History)

''ترکوں کے ایک گروہ نے شاندار شاہی کتب خانہ جلادیا۔ تمام کُتب، قلمی نسخہ جات، علم اور حکمت جل کر راکھ ہوگئی۔''

مائیکل ہیملٹن نے علم وحکمت کے جلنے اور راکھ ہوجانے کا تذکرہ اس لیے کیا کہ کچھ سائنسدان جل کر راکھ ہوئے، تو کچھ تشدد کا نشانہ بنے اور کچھ در بدر کی گدائی پر مجبور ہوگئے تب ہی ابن سینا جان بچا کر ہمدان نکل گئے اور بقیہ زندگی ہمدان میں ہی گزاری اور ادھر ہی دفن ہیں۔

الزاھروی نے دوسو طبعی آلات ایجاد کیے اس کے علاوہ تیس جلدوں پر مشتمل کتاب (The Method of Medicine) ''طریقہ ادویات'' لکھی۔ الزاہروی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے پہلی دفعہ ہیموفیلیا، دماغ میں پانی کے متعلق، امراضِ دل میں مبتلا افراد کیلئے فزیوتھراپی،، متوازن غذا اور ادویات کی مؤثر مقدار پر تحریری بحث کی۔ مثانے اور گردہ میں پتھری، پستان میں سرطان، گلے کی رسولی وغیرہ کیلئے سرجری کا طریقہ کار متعارف کروایا، سرجری کے آلات بھی ایجاد کیے اور تصاویر کی شکل میں کتاب میں بھی لکھے۔

ان مسلم ہیروز کی ایجادات اور کارناموں کے احاطہ کیلئے ایک تفصیلی تحقیق کی ضرورت ہے یہ تمام معلومات درحقیقت سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہیں۔ اپنی گفتگو کو اختتام کی طرف لے جاتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب مسلمان اندرونِ خانہ انتشار اور تفرقہ پرستی کی نذر ہوا تو اغیار (اہلِ مغرب) نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے علم و تحقیق پر مبنی قلمی نسخہ جات کو نہ صرف اپنی زبان میں ترجمہ کر کے جلادیا بلکہ مسلمانوں میں موجود تفرقہ پرستی کو مختلف انداز میں ہوا بھی دی جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ مگر اس حقیقت سے منہ نہیں پھیرا جاسکتا کہ جہاں مسلم علم دوستی میں کمی آتی گئی وہیں ہمارے ظرف سکڑتے چلے گئے ہم نے مادیت کو روحانیت پر ترجیح دی اور نتیجتاً غلامی کی دلدل میں دھنستے چلے گئے اور آج اپنے آباء کی عزت پر لگے داغ دھونے کی جگہ لگاتے جارہے ہیں۔

ہمیں حکمِ الٰہی ﴿واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقو﴾ ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو'' کا مصداق بن کر فرقہ واریت کے ناسور کا علاج کرنا ہوگا اور اپنے آباواجداد کی تعلیمات کی طرف لوٹنا ہوگا۔ الکندی کہا کرتے تھے کہ

We ought not be embrarrased about appreciating the truth and obtaning it, wherever it come from, even it comes from different races and different nations from us, Nothing should be dearer to the seeker of truth, then the truth itself, and there is no deterioration of truth, nor belittling either if one who speek it or convey it. (Pg. 51 Lost History)

''ہمیں حق حاصل کرنے اور اس کی قدردانی کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیے، چاہے یہ جہاں سے بھی ملے، چاہے یہ مختلف نسلوں اور مختلف قوموں سے ملے، طالب حق کے لیے حق کے سوا اور کوئی چیز محبوب نہیں ہونی چاہیے، حق کی قدر نہ تو کم ہوتی ہے نہ ختم۔ چاہے کوئی حق بولے یا دوسروں تک پہنچائے۔''

جب ہم حسنِ کردار سے قرآن مجسم بن جائیں گے تو یقیناً علم اور حق کے دشمن ابلیس حق کی کامیابی کا کلمہ پڑھنے پر مجبور ہوجائیں گے اور انشاء اللہ ''اوجِ ثریا'' ہمارا مقدر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

مختلف موضوعات پر ۲۰۰ کتب تحریر کیں۔

''روشنی خطِ مستقیم میں سفر کرتی ہے۔'' یہ نظریہ بھی ابن الہیثم نے پیش کیا اور اس کا سائنسی تجربات سے ثبوت بھی پیش کیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اشیاء کے درمیان باہمی کشش اور زمین کی کششِ ثقل مغرب کی تحقیق سے واضح ہوئی اور نیوٹن سے منسوب کیا جاتا ہے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ اہلِ مغرب نے مسلم دنیا سے علم کے موتی چرا کر ہضم کیے ہیں اور اُن کے اعتراف کو بھی چھپا دیا ہے۔ جیسا کہ شاعرِ مشرق بھی فرماتے ہیں:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

کششِ ثقل اور اشیاء کی باہمی کشش کا تصور ابن الہیثم نے پیش کیا جس کے بارے میں واشنگٹن کا مفکر اور تاریخ دان لکھتا ہے کہ

" Ibn Al-Haytham write about the attraction of masses 600 year before Galileo and Sir Issac Newton" (Pg 105 Lost History)

''ابن الہیثم نے، کششِ ثقل کے بارے میں، گلیلیو اور سر آئزک نیوٹن سے ۶۰۰ سو سال پہلے لکھا''

"Considering the earliness of his work and limits of his time Ibn Al-Haytham must be considered an equal of Einstein." (Pg 106 lost History)

''کام کے آغاز اور تب کی محدود وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے 'ابن الہیثم کو لازمی آئن سٹائن کے برابر سمجھنا چاہیے'۔''

ابن الہیثم کو آئن سٹائن کے برابر سمجھنا اہلِ مغرب کا مسلم دنیا سے حاصل شدہ قرض کو تسلیم کر لینے کے مترادف ہے۔ William Dalrymple نے بھی مغربی جدت سائنس اور علم و حکمت کو عرب (مسلم دنیا) کا ان پر قرض قرار دیا ہے۔

دھنک / قوس قزح کے متعلق بھی ابن الہیثم نے اور بعد میں الشیر ازی نے تحقیقی مکالمہ بھی پیش کیا۔ ابن الہیثم جب الازہر میں تحقیق میں مگن تھے تب القاہرہ بغداد اور دمشق کے ہم پلہ سمجھا جانے لگا تھا۔

عباس ابن فرنس جب بھی پرندوں کو ہوا میں اڑتے دیکھتا تو اس میں بھی اڑنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ابن فرنس نے دو مصنوعی پَر تیار کیے اور ایک پہاڑی سے اڑنا چاہا گو کہ وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوا مگر دُم نہ ہونے کی وجہ سے اتر نہ پایا اور پہاڑی سے ٹکرا گیا اور کافی زخمی بھی ہوا۔ ابن فرنس کے ۷۵۵ برس بعد احمد سلیبی نے دو مصنوعی پَر اور ایک دُم تیار کی اور دنیا میں پہلی مرتبہ دو میل کی طویل اور ایک کامیاب اڑان بھری۔

گو کہ بیماری اور شفاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جیسا کہ قرآن ہمیں سکھاتا ہے کہ:

''اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے'' (الشعراء ۸۰)

مگر بیماری کو اپنی سزا سمجھ لینا اور اس کی گرفت سے آزادی کیلئے تگ و دَو نہ کرنا عیسائیوں کے ہاں رائج تھا مسلمانوں نے بیماری کی ظاہری وجوہات تلاش کیں اور اس کے سدِ باب کیلئے مختلف ادویات بھی مرتب کیں جنہیں بعد میں اہلِ مغرب نے بھی نہایت مخالفت کے بعد قبول کر لیا۔

الرازی کو پہلا مسلم ڈاکٹر ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس نے پہلی بار تحقیقاتی طور پر چیچک اور خسرہ کو دو الگ بیماریاں ثابت کیا اور ان کیلئے الگ الگ ادویات بھی مرتب کیں خسرہ اور چیچک کے عنوان پر ایک مفصل اور جامع کتاب بھی تحریر کی جو اٹھارہویں صدی تک یورپ میں ماہرِ طبیعات کے زیرِ تحقیق رہی۔

الرازی نے بہت سے طبعی آلہ جات بھی ایجاد کیے جن میں (Spatula) زبان دبا کر رکھنے والا آلہ، شیشے یا پلاسٹک کی گول شیشیاں وغیرہ بہت مقبول ہوئیں۔ الرازی نے عام بیماریوں مثلاً قبض، سر درد، زکام، نزلہ، پریشانی وغیرہ کا مکمل حل دریافت کیا جو کافی عرصہ تک رائج العمل رہا۔ الرازی درد دل رکھنے والی شخصیت کے حامل تھے آپ نے ہمیشہ غریبوں کو مفت علاج و ادویات فراہم کیں آپ کا تحقیق کے ساتھ ربط آپ ہی کے قول سے واضح ہوتا ہے آپ اپنی کتاب ''کتاب الشریعۃ الفلسفیۃ'' میں لکھتے ہیں کہ

''میں نے دو سو کتب تحریر کیں اور ایک مسئلہ پر بیس ہزار صفحات تحریر کیے جس پر اپنی زندگی کے ۱۵ سال تحقیق کرتا رہا۔'' (Pg-168 Lost History)

ابن سینا کو دنیا میں پرنس آف فزیشنز (شہزادۂ حکماء) کا لقب حاصل ہے ابن سینا ۱۵ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر چکے تھے اور ۱۳ برس کی عمر میں طبیعات کا علم سیکھنا شروع کیا اور ۱۶ سال کی عمر میں مریضوں کا علاج شروع کر دیا۔ ابن سینا نے بھی طبیعات کے متعلق مختلف کتب تحریر کیں جن میں "

کی ترتیب کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں بطورِ خاص حضرت علامہ اقبال نے اُمتِ اِسلامی کا شیرازہ مُنتشر ہونے اور زوالِ اُمت کی وجہ روحانی زوال کو قرار دیا ہے اور اس کا حل بھی یہی تجویز کیا ہے کہ پہلے اپنے آپ پہ غور کرو، اپنے آپ کو پہچانو اور اپنے من کی کائنات میں ’’چنبے کی بوٹی‘‘ کی خوشبو کو تلاشو- اس کے بعد تُم اِس قابل ہوگے کہ تمہیں چمن کو نغمۂ توحید سے معمور کرنے کی ذِمہ داری سونپی جائے-

مثلاً شاعر جب شمع سے یہ کہتا ہے کہ

مُدّتے مانند تو، من ہم نفس می سوختم — در طواف شُعلہ اَم بالے نہ زد پروانۂ
می تپد صد جلوہ در جانِ اَمل فرسودِ من — بر نمی خیزد ازیں محفل دلِ دیوانۂ

’’اے شمع! اگرچہ میں بھی تیری طرح ایک مُدّت سے اپنے آپ کو جلا رہا ہوں، مگر میرے شُعلہ کے طواف میں تو ایک پروانے نے بھی پر نہیں جلائے- اُمیدوں اور آرزوؤں میں مُبتلا میری جان میں سینکڑوں جلوے تڑپ رہے ہیں، مگر میری محفل سے تو ایک بھی دِل دیوانہ نہیں اُٹھا-‘‘

حضرت علامہ اقبال نے جس شاعر کو بطورِ استعارہ و تمثیل شمع کے مقابل پیش کیا ہے یہ اقبال کی نگاہ میں خود شاعر کا المیہ بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ اُمتِ مُسلمہ کے اُن تینوں طبقات کی نمائندگی بھی کرتا ہے جنہیں اقبال نے ’’اے کُشتۂ سُلطانی و مُلّائی و پیری‘‘ کہہ کر زوالِ اُمت کا مُوجب بتایا ہے یعنی مسلمانوں کا حکمران طبقہ (Ruling Elite)، تفرقہ پرست و رسم پرست مُلّاں اور بے عمل و بے نُور مشائخ- کیونکہ یہ تینوں اسلام کی حقیقی روحِ انقلاب یعنی طرزِ حیات کی نمائندگی کے دعویٰ دار ہیں مگر ان کے طوافِ شعلہ پر کسی پروانے نے پر جلائے ہیں اور نہ ہی ان کی محفل سے آج کوئی دِلِ دیوانہ اُٹھتا ہے جو آئینِ نو کی جد و جہد کر سکے-

جبکہ شمع سے مُراد تعلیماتِ اَسلاف ہیں جن کی روشنی و تابندگی اور سوز و گداز آج تک اور آئندہ نسلوں تک ’’مشعلِ راہ‘‘ ہے- شمع شاعر کو تفصیلی جواب دیتی ہے جو کہ نظم کے دس بند ہیں یعنی ایک طویل جواب ہے- دوسرے بند میں شمع نے اپنا اور شاعر کا تقابلی جائزہ کرتے ہوئے سوالاتِ شاعر کا جواب دیا اور کہا کہ تجھ میں اور مجھ فرق یہ ہے کہ میں تو اِس لئے رات بھر جلتی اور پگھلتی رہتی ہوں کہ جلنا اور پگھلنا میرے خالق نے میری فطرت میں ڈال دیا ہے میرے شُعلۂ جاں کو اِس بات کی پروا نہیں کہ پروانے آئیں یا نہ آئیں، کوئی جلے یا نہ جلے میں نے بہر صُورت ظلمتِ شب کی تاریکی کو زائل کرنے کیلئے جلتے رہنا ہے جبکہ تیرا شعلۂ تن تو بھڑکتا ہی اِس لئے ہے کہ پروانے تیرے گرد اکٹھے ہوں اور تیری حرارت و تپش کا چرچا ہو تجھے اس سے غرض نہیں کہ ظلمتِ شب کی تاریکی زائل ہو یا نہ ہو- میں تو اِس لئے روتی ہوں کہ میرے دِل میں میرے اختیار سے باہر ایک اشکوں کا ایسا طوفان ہے جو رو کنے سے تھم نہیں سکتا جبکہ تیرے مصنوعی اور زبردستی کے آنسو اس لئے رواں ہیں کہ بزمِ گل میں تیری شبنم افشانی کا چرچا ہو جائے- تیری آغوشِ تربیّت سے عُشّاقِ ذات کیسے پیدا ہوں تیرے اپنے صحرائے قلب میں وُسعت نہیں نہ طلبِ نُور ایمن تیرے وجود میں ہے-

میں تو جلتی ہوں کہ ہے مضمر مری فطرت میں سوز — تو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ہو سودا ترا
گریہ ساماں میں، کہ میرے دِل میں ہے طوفانِ اَشک — شبنم اَفشاں تو کہ بزمِ گُل میں ہو چرچا ترا
قیس پیدا ہوں تری آغوش میں، ممکن نہیں — تنگ ہے صحرا ترا، محمل ہے بے لیلا ترا

تیسرے بند میں بھی حضرت علاّمہ نے بزبانِ شمع یہی شکوہ کیا کہ جو ذوقِ جلوہ رکھتے تھے وہ چل بسے اب مغرب کے مادہ پرستانہ نظامِ تعلیم میں پرورش پانے والوں کو تُو وعدۂ دیدارِ عام کیا دے گا؟ چوتھے بند میں شمع نے بالفاظِ دِگر اِسی بات کو دُہرایا کہ دولتِ سوز و رِشتۂ اُلفت کے ہونے کے باوجود نہ تو تُو شمعِ محفل کا فریضہ نبھا سکا نہ ہی تسبیحِ مِلّت میں بکھرے دانوں کو پرو سکا- نہ تو تجھ سے شوقِ جُنید و بایزید سنبھالے جا سکے اور نہ ہی ابنِ سینا و رازی کی حکمت اور سائنس- بند کے آخر میں یہ پیغام دیا کہ یاد کر جنون کی پرورش کرنے والے وہ دشت و صحرا، جہاں عُشّاق کو معشوقین پہ اور معشوقین کو عُشّاق پہ ناز تھا (یعنی صُحبتِ شمس تبریزی جس پہ رومی کو ناز تھا اور سوز و سازِ رومی جس پہ شمسِ تبریزی نازاں تھے، آغوشِ راستی جس کی تربیّت پہ سُلطان باھُو کو ناز تھا اور وہ آدابِ فرزندی سے معمور سُلطانِ باھُو جن پہ مادرِ باھُو کو ناز تھا)، شمع شاعر کو مخاطب کر کے کہتی ہے افسوس کہ تجھے دشتِ جنون پرور کے بے جنون ہونے کی فکر ہی نہ رہی، یہ سرمایۂ رُوحانی لُٹ جانے کا افسوس بھی نہ رہا اور نہ ہی احساس-

شمعِ محفل ہو کے جب تو سوز سے خالی رہا — تیرے پروانے بھی اس لذّت سے بیگانے رہے
رشتۂ اُلفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تُو — پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے
شوق بے پروا گیا، فکرِ فلک پیما گیا — تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے
آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور، جہاں — رقص میں لیلیٰ رہی، لیلیٰ کے دیوانے رہے
وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا — کارواں کے دل سے اِحساسِ زیاں جاتا رہا

پانچویں بند میں پھر اقبال نے جتنے استعارات وتشبیہات کا استعمال کیا ہے اُن میں سے بھی بیشتر کا اشارہ مومن کی میراثِ رُوحانی کی طرف ہے کہ کس قدر مسلمان اپنی دولتِ روحانی سے دور جا چکا کہ وہ اہل اللہ جن کے ہنگامہ ہائے باطن نے ویرانوں کو آبادیاں عطا کیں اُن کی وہ رُوحانی آبادیاں آج بربادی کا سا سماں پیش کرتی ہیں کہ ’’خانقاہوں میں مُجاور رہ گئے یا گورکن‘‘ اور اِسی طرح ’’قُم بِاذنِ اللہ کہہ سکتے تھے جو رُخصت ہوئے‘‘ ایک اور مقام پہ کہا کہ ’’زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن‘‘ - وہ نمازیں جو شان وشوکتِ مومنانہ کی علامت اور سطوتِ توحید کے قائم ہونے کی دلیل تھیں وہ ایک اللہ کی اطاعت کی بجائے برہمنی کے کئی بُت مسلمانوں نے تراش کے ان نمازوں کی سطوت وشوکت کو پامال کیا کیونکہ اہلِ ایمان کے نزدیک بادشاہ، نواب یا جاگیردار و سرمایہ دار کی بجائے مسلمان اپنا رازق ومالک صرف وصرف اپنے معبُودِ حقیقی کو سمجھتا ہے - وہ طالبانِ مولیٰ جن کے صادق جذبوں کے پیشِ نظر خود خُداوند تعالیٰ اُن سے محبت فرماتے اور انہیں اپنی بارگاہِ خاص کے قُربِ خاص سے نوازتے اور یہ نوید دیتے کہ تو ایک بالشت میری طرف آتا ہے میں ایک قدم تیری طرف آتا ہوں تو ایک قدم چلتا ہے میں دس قدم تیری طرف توجہ فرماتا ہوں، شمع کہتی ہے حیف! کہ وہ نگاہیں اس طلب کی حامل ہی نہ رہیں دلوں میں وہ جذبۂ صادق وطلبِ مولیٰ ہی نہ رہی-

جن کے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی	شہر اُن کے مِٹ گئے، آبادیاں بَن ہو گئیں
سَطوتِ تَوحید قائم جن نمازوں سے ہوئی	وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں
خود تجلّی کو تمنّا جن کے نظّاروں کی تھی	وہ نگاہیں نا اُمیدِ نُورِ ایمن ہو گئیں

شاعر کے اِمراض گنوا چکنے اور تشخیص مکمل کر چکنے کے بعد اِک دَم شمع کا مزاجِ شکوہ بدلتا ہے تو اب دوا تجویز کرنا شروع کرتی ہے اور اُمیدِ شفا بندھواتی ہے کہ پریشان نہ ہو:

ظلمتِ شب میں نظر آئی کِرن اُمّید کی	شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صُبحِ عید کی

نظم کے چھٹے بند میں شمع نے عالمِ پوشیدہ کے اسرار ورموز سے پردہ اُٹھایا ہے کہ وقت بدلنے کو ہے خُمستانِ حجاز کے پیمانہ برداروں کے رند ایک بار پھر خوابِ غفلت سے بیدار ہو رہے ہیں کہ تیرے وہ رند جو باطن کی شرابِ طہورا کو چھوڑ کر بادۂ اغیار کے خریدار تھے آج پھر وہ تیرے میکدۂ عشق وفقر کی جانب مائل ہیں اور مستیِ ظاہر کی بجائے مستیِ باطن کے متلاشی ہیں - تیرے وہ رند یہ شوروغوغا بپا کئے ہوئے ہیں کہ ہمیں باطن کے خزانہ لاریبی میں اشک ہائے سحر گاہی سے بننے والی شراب چاہئے کیونکہ مادہ پرستی، ہوس پرستی و مغرب پرستی کی شراب نے ’’دِل کے ہنگامے کر ڈالے خموش‘‘-

مژدہ اے پیمانہ بردار خُمستانِ حجاز!	بعد مُدّت کے ترے رندوں کو پھر آیا ہے ہوش
نقدِ خودداری بہائے بادۂ اغیار تھی	پھر دُکاں تیری ہے لبریزِ صدائے ناؤ نوش
پھر یہ غوغا ہے کہ لا ساقی شرابِ خانہ ساز	دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے خموش

بند کے آخر میں شمع کہتی ہے کہ ’’کہہ گئے شاعری جزویست از پیغمبری‘‘ - کہ بزرگ کہہ گئے ہیں کہ ارفع شاعری بھی پیغمبرانہ جدجہد کا ایک حصہ ہے کہ پیغمبر پر تو وحی وارد ہوتی ہے اور صوفی وِجدان کے ذریعے حقیقت ومشاہدات تک رسائی حاصل کرتا ہے جبکہ شاعر اپنی ارفع شاعری کے ذریعے مخاطب ہوتا ہے اِس لئے شاعر کا الہامی کلام بھی ایک طرح سے ’’پیغامِ سروش‘‘ یا بقولِ غالب ’’نوائے سروش‘‘ یعنی فرشتے کی صدا ہے - اور فرشتہ بزبانِ شمع، شاعر کی طرف بھی اور اُن تین طبقات جن کا ذکر شروع میں ہوا ’’حکمران طبقہ، صاحبانِ خانقاہ وعلما‘‘ کی طرف بھی پیغام بھیجتا ہے-

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے	زندہ کر دے دِل کو سوزِ جوہرِ کردار سے

فرشتے کا پیغام ساتویں بند سے شروع ہوتا ہے:

رہزنِ ہمّت ہوا ذوقِ تن آسانی ترا	بحر تھا صحرا میں تُو، گُلشن میں مثلِ جُو ہوا

یعنی تیرا ذوقِ تن آسانی ہی تیری متاعِ ہمّت کا ڈاکو بنا جب تک تُو وُسعتِ بیابان میں تھا تو لامتناہی سمندر رہا مگر محدودیّتِ گلشن نے تجھے ایک چھوٹی سی ندی بنا کے رکھ دیا - متاعِ ہمت اُن چاروں جہات میں پھیلی ہوئی ہے جسے اقبال نے ’’(۱) شاعر، (۲) حکمران طبقہ، (۳) صاحبانِ خانقاہ اور (۴) علما‘‘ کے حوالے سے ذکر کیا ہے-

(۱) تن آسانیِ شاعر یہ تھی کہ زندگی کی عملی گہرائی میں اُترے بغیر فقط ’’جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری‘‘ سے متاثر ہو کر ایسی شاعری تخلیق کی جو تربیّتی نصاب بننے کی بجائے انٹرٹینمنٹ بنی اور اقبال کے نزدیک شعراء یہ بھول گئے کہ ہر قوم کو ہر وقت اپنی نسلِ نو کیلئے ایک نصابِ تربیّت کی ضرورت ہے جسے پورا کرتے رہنا شاعر کے قومی فرائض میں سے ایک ہے - مگر ان کے ہاں صورتِ حال یہ واقعہ ہوئی کہ ’’آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار‘‘-

دیئے اور دُنیا کو ترقی و ایجادات کے ایسے ایسے تحائف بخشے انسانیت کو فضیلت کی ایسی ایسی خلعتیں بخشیں کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ سمیت علم کی ہر اُس شاخ ہر اُس برانچ میں ایسی ایسی تخلیقات پیش کیں کہ جو براہِ راست یا بالواسطہ انسانی زندگی پہ ایک اثر رکھتی تھی مگر بدقسمتی سے یہ اہم ترین ادارہ فرقہ واریّت وفروعی اختلافات کی ایسی بھینٹ چڑھا کہ لامتناہیت کے سمندر سے فرقوں اور فرقیوں کی چھوٹی چھوٹی ندیوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔

اپنی اصلیّت پہ قائم تھا تو جمعیّت بھی تھی — چھوڑ کر گُل کو ، پریشاں کاروانِ بُو ہوا
آبرو باقی تری مِلّت کی جمعیت سے تھی — جب یہ جمعیّت گئی ، دُنیا میں رُسوا تُو ہوا
فرد قائم ربطِ مِلّت سے ہے ، تنہا کچھ نہیں — موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

آٹھواں بند شروع ہوتے ہوئے ’’نوائے سروش‘‘ یہ ہے کہ تیری بساطِ طلبِ الٰہی کے مطابق تجھ پہ رموزِ محبتِ الٰہی آشکار ہوں گے جنہیں درونِ سینہ محفوظ رکھنا اور انہیں کھلم کھلا نہ کہنا تیری ذِمہ داری ہے ابھی اپنے آپ کو راہِ محبت میں پختہ سے مزید پختہ بلکہ پختہ تر کر دے۔ تلاشِ ذاتِ حق تعالیٰ میں گردو پیش اور مال واسباب کی پرواہ کی بغیر آگے بڑھتا جا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ (علیہ السلام) کی طرح وادیٔ سینا میں خیمہ زن ہو جا کہ جب کوہِ سینا سے نور کا نظارہ دیکھا تو اس کی تلاش میں چل پڑے اور کوہِ طور پہ منصبِ نبُوّت پہ سرفراز ہوئے۔ طالبِ مولیٰ پہ لازم ہے کہ مقصد کی تکمیل تک راہِ استقامت پہ چلتا جائے اور راز ورموز کو سینہ میں مستور رکھے۔ جس طرح کہ عہدِ حاضر کی عظیم روحانی ہستی سُلطان الفقر حضرت سُلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ’’فقر لینا بھی اُس طرح مشکل نہیں ہے اور فقر دینا بھی اُس طرح مشکل نہیں ہے جس طرح کہ فقر کو سنبھالنا مشکل ہے‘‘۔

پردۂ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھ — یعنی اپنی مئے کو رُسوا صُورتِ مِینا نہ کر
خیمہ زن ہو وادیٔ سینا میں مانندِ کلیم — شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر

فقر ودرویشی چونکہ آدمی کے وجود میں بے نیازی وخودداری کو پیدا کرتی ہیں اِس لئے تمام صُوفیا وانسان دوست مفکرین نے ’’نشۂ درویشی میں پختہ ہونے‘‘ کو اوّلیت دی ہے اور ’’اس میں پختہ ہو جانے کے بعد تختِ داراوجم‘‘ کا سبق دیا ہے کہ جب تیرا سینہ امینِ رازِ ممکناتِ زندگی بن جائے تو پھر ’’قومِ رسولِ ہاشمی کے اجزائے ترکیبی‘‘ پہ غور کر تو تجھے یہ سمجھ آجائے گی کہ ایک معبودِ حقیقی اللہ جل شانہٗ کی ذات پہ یقین رکھنے والے دربدر کی گدائی نہیں کرتے۔ جب تجھ میں یہ خودداری وخودنگہداری پیدا ہو جائے گی تو ’’منت کشِ ساقی‘‘ نہیں ہو گا بلکہ بُلبلے کی طرح عین وسطِ سمندر میں بھی اپنا پیالہ اُلٹا رکھے گا کہ بُلبلہ اِس مقام پہ اقبال کے نزدیک غیرت کا استعارہ ہے جو منت کشِ سمندر نہیں۔ اِس لئے عالمی نظام کا اِحسان کیش ہونا اور عالمی اداروں کی امداد پہ اپنی قومی زندگی کا اِنحصار سمجھنا ’’مِنّت کشِ ساقی‘‘ ہونے کے مُترادف ہے اور خودداری وخودنگہداری کے اصولوں کے خلاف ہے۔

تُو اگر خود دار ہے ، مِنّتِ کشِ ساقی نہ ہو — عین دریا میں حُباب آسا نگُوں پیمانہ کر

اس کے بعد بتاتے ہیں کہ

کیفیت باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں — ہے جنُوں تیرا نیا ، پیدا نیا ویرانہ کر

یعنی پُرانے نظام نئی دُنیا کو کچھ نہیں دے سکتے یہ ناکام ہو چکے، ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکے، انسانیت کی بھلائی اور فلاح کیلئے کچھ بھی مثبت کرنے میں ناکام ہو چکے، اِن عالمی نظاموں کی موجودگی (بلکہ سرپرستی) میں دُنیا کو جنگوں کی کوکھ میں دھکیلا گیا، طاقتوروں کو کمزور قوموں کا استحصال کرنے کی اجازت دی گئی، کمزور ممالک کے قدرتی وسائل کو طاقتوروں نے جتنا چاہا لُوٹا مگر عالمی نظام اس پہ خاموش رہے، اپنی مرضی کی مذہبی وغیر مذہبی کمیونٹیوں کو تو اُن کی مرضی ومنشا کے عین مطابق نوازا گیا مگر عالمی نظام کی ناپسندیدہ کمیونٹیز آج بھی کاسۂ انصاف لئے کھڑی ہیں لاکھوں قربانیوں کے باوجود اُن کی حیثیت ایک پرِ کاہ کی سی ہے جسے عالمی نظام یہ سمجھتا ہے کہ جب جی چاہا پھونک مار کے اڑا دیں گے۔ اقبال بزبانِ شمع فرشتے کا پیغام دیتے ہیں کہ اس فرسودہ سامراجی روایت میں کچھ نہیں رکھا، تیرا جنون نیا ہے، تیرا خون تازہ ہے، تیری کتاب پرانی نہیں ہوئی، تیرا دستورِ زندگی پرانا نہیں ہوا، تیرا دین پرانا نہیں ہوا اگر تجھے ان سب کے زندہ وتابندہ ہونے کا یقین نصیب ہے اور تو سمجھتا ہے کہ اس سب کی طرح یقیناً یقیناً یقیناً تیرا جنون نیا ہے تو اپنے جنون کی تشفّی کیلئے نیا ویرانہ پیدا کر۔ سامراجی کوہ وصحرا کی طرف مت دیکھ وہاں سے خوبصورت شکلوں کے بھیانک درندوں کے سوا کچھ برآمد نہیں ہو گا۔ ہمت باندھ، یقین پیدا کر اور جدوجہد کا آغاز کر۔

اگر دُنیا تجھے ذِلّت وزوال کا طعنہ دیتی ہے تو گھبراتا کیوں ہے؟

خاک میں تجھ کو مُقدّر نے مِلایا ہے اگر — تو عصا، افتاد سے، پیدا مثالِ دانہ کر

شعراءُ کی بے مقصد، بے ہودہ وشہوت انگیز شاعری اُن کی راہزنِ ہمّت بنی اور انہوں نے معانی ومفاہیم اور پیغام کا بحرِ بیکراں بننے کی بجائے خود کو حسن پرستی کی ایک چھوٹی سے ندی بننے پہ ترجیح دی۔

(۲) حکمرانوں میں جب دولتِ دُنیا کی ہوس محبتِ دین پہ غالب آگئی تو اُن میں آرام طلبی وتعیّش کا رُجحان بڑھا جو کہ اسپین سے لیکر ہندوستان تک اور اسلام کے ابتدائی چار عشروں کو چھوڑ کے بعد کی بہت سی حکومتوں میں اِن آثار کو تلاشا جا سکتا ہے۔ جب تک سادگی ودرویشی مسلمان حکمرانوں کا ''لائف سٹائل'' تھی اُن کی سلطنتیں مسلسل وسعت پذیر رہیں مگر کم نظری وتعیّش پرستی نے انہیں قبائلی ولسانی ندیاں بنا کر رکھ دیا۔

(۳) صاحبانِ خانقاہ کی اولاد میں سے اکثر نے خود جہد وریاضت ترک کردی اور اَسلاف نے جو ملازمت کی تھی اُسی پنشن پہ گزارا کرنے لگے۔ بزرگانِ دین نے حصولِ فقر وعرفان کیلئے کیا کیا مشقتیں اختیار فرمائیں، کن کن امتحانات سے گزرے، اور طلبِ الٰہی میں کس طرح جذبۂ کامل اور استقامت کو اِختیار کیا تبھی تو وہ مقربین ومحبوبینِ ذاتِ الٰہی کہلائے۔ اُن کی استقامت وہمتِ طلب ہی اُن کی رفیق تھی جس نے اُنہیں منزلِ مقصود کی جانب گامزن رکھا اُن کا پیغام معرفت وفقر کا ایک بحرِ بیکراں ہے، جس میں غوّاصی کرتے ہوئے تشنگانِ فیضان کو کئی صدیاں بیت چلیں مگر ''ابھی اِس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لؤلوئے لالا''۔ لیکن طلبِ الٰہی کی راہ میں چلے بغیر صاحبِ مسند بننا ایک ایسی روایت بنا جس نے خانقاہی نظام کو ناقابلِ تلافی نُقصان پہنچایا جس کا نتیجہ زندگی سے بھر پور مشاہدات اور راہِ استقامت کی بلندیوں سے دم تعویذ اور دھاگہ گنڈھا کی پستیوں تک پھیلا ہوا مِلتا ہے۔ اس معاشرے کی اس سے بڑی کوئی بد قسمتی نہیں کہ افرادِ ملّت کے تزکیہ وتصفیہ کا عظیم فریضہ سرانجام دینے والے اس عظیم انسٹی ٹیوشن کو ایک راہبانہ نوعیّت کا ادارہ بنا دیا گیا۔ یہی تو بد قسمتی ہے کہ آج ہمہ جہت شخصیّات پیدا نہیں ہورہیں شخصیّت کے عالمگیر ہونے کا پہلا زینہ ہمہ جہت ہونا ہے اور ہمہ جہت انسان کو اُس کا رُوحانی پہلو بناتا ہے جس کی زِندہ مثال صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی ہے کہ بظاہر تو اُن کی تربیت صرف ایک دینی نظام کے اندر ہوئی تھی مگر جب وہ میدانِ عمل میں آئے زندگی کا کوئی ایسا شُعبہ نہیں جس پہ اُن کا بظاہر ایک معمولی عمل ہی کیوں نہ ہو مگر آج تک نقشِ تابندہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نظم میں یہاں پہ فرشتہ قطرے کی مثال دیتا ہے کہ قطرہ تو وہی ہے مگر زندگی کی تابندگی نے اُسے ایسا با کمال وہمہ جہت بنا دیا ہے کسی بھی مقام پروہ جذبۂ خدمت سے محروم نہیں:

> زندگی قطرے کی سِکھلاتی ہے اسرارِ حیات　　　یہ کبھی گوہر، کبھی شبنم، کبھی آنسو ہوا

فرشتہ کہتا ہے کہ زندگی کا راز قطرے سے سیکھو۔ کیونکہ جب اُسے سیپی کی صُحبت میسّر آتی تو ہے تو یہ موتی بن کر تاجِ شاہانہ کی زینت بنتا ہے، جب اُسے صُحبتِ صُبح میسّر آتی ہے تو یہ شبنم بن کر حُسنِ گل ولالہ میں اضافہ کرتا ہے اور جب اُسے دلِ دردمند کی صحبت میسر آتی ہے تو یہی قطرہ اشکِ محبت بن کر آنکھوں سے رواں ہوتا ہے۔ شاید اِسی لئے حضرت علامہ اقبال فرشتے کی زبانی یہ بتلاتے ہیں کہ جب تک کسی کامل کی صحبت سے دِل زندہ وبیدار نہیں ہوتا تب تک زندگی بے مقصد وبے معنی ہے:

> پھر کہیں سے اس کو پیدا کر بڑی دولت ہے یہ　　　زندگی کیسی جو دل بیگانۂ پہلو ہوا

تصفیۂ قلب سے کنارہ کشی بھی راہزنِ ہمت کے زُمرہ میں آتی ہے اور صحبتِ اہلِ دل کی تلاش کو ترک کرنا بھی راہزنِ ہمت ہے۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بالِ جبریل میں ''پیر ومرید'' کے عُنوان سے معنون نظم میں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے مکالمہ کیا ہے اس میں بطورِ مُرید مولانا رومی سے یہ سوال کرتے ہیں:

> تو یہ کہتا ہے کہ دِل کی کر تلاش　　　''طالبِ دِل باش و در پیکار باش''
> جو مرا دل ہے، مرے سینے میں ہے　　　میرا جوہر میرے آئینے میں ہے

مُریدِ ہندی (حضرت علامہ اقبال) کے اِس سوال کا جواب دیتے ہوئے پیرِ رومی فرماتے ہیں:

> تُو ہمیں گوئی مُرا دل نیز ہست　　　دل فرازِ عرش باشد نے بہ پست
> تُو دلِ خُود را دلے پنداشتی　　　جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی

ترجمہ: ''تُو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس بھی دِل ہے، دِل تو عرش کی بلندیوں پہ ہونا چاہئے نہ کہ (اسفل السافلین کی) پستیوں میں۔ تُو نے دِل سے مُراد اپنے (خون کے لوتھڑے) دل کو لیا اور اہلِ دِل کی تلاش کو ترک کر دیا''۔

(۴) مسندِ علم جو اِسلام کا بہت عظیم اور سب سے حساس ادارہ تھا جس کے ذِمّہ کتاب وسُنّت کی عملی تفسیر وتشریح تھی اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی علم سے متعلق متعدد دعاؤں کا عملی ثمر ڈھونڈنا تھا جس نے مشرق ومغرب کے اندھیرے مٹائے اور علم وہُنر کے نور سے تہذیبوں کے دامن بھر

گھبرا مت! کیا تو نے دیکھا نہیں کہ دانہ منوں مٹی تلے دب کر بھی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے تو بھی اِس دانہ کی طرح ہمت کر، یقین کی قوّت سے زمین کا سینہ چیر کے باہر نکل تیری ہریالی کائنات کو ایک نئی آبادی وشادابی عطا کرے گی- اِس سے آگے فرماتے ہیں کہ وہ پُرانی شاخ یعنی تیرے اَسلاف کی فقر ودرویشی اور اُن کی چھوڑی ہوئی رُوحانی میراث اور عدلِ اجتماعی کا نظام، ہاں! اُسی شاخ پہ اپنا آشیانہ بنا اور نغمۂ مستانہ سے اہلِ چمن کو اپنا ہمنوا و گواہ بنا لے- مگر سوال یہ ہے کہ نغمۂ مستانہ کی شرائط کیا ہوں گی؟ نغمۂ مستانہ کیلئے اوّلین شرط ایک ایسا پُر امن طریقہ کار جو لوگوں کے جان، مال اور آبرو کو متاثر کئے بغیر اس پیغام کو عوام وخواص کیلئے آسان فہم انداز میں پیش کرنے کی ضمانت دے- جس میں گفتار ورفتار اور اقوال وافعال کی ہم آہنگی ہو یعنی کردار کی پختگی پوری مومنانہ شان سے موجود ہو- اپنی ابتدا سے انتہا تک، لٹریچر سے ایڈمنسٹریشن تک، تعلیم سے تربیّت تک حتیٰ کہ اپنی تمام جزئیات سے لیکر کُلّیت تک ایک ایک چیز میں لازمی طور پہ پُرامن ہو اور طریقِ اعتدال پہ مبنی ہو-

> ہاں! اسی شاخِ کہن پہ پھر بنالے آشیاں　　　اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر

پھر اقبال فرماتے ہیں کہ جینے کے دو راستے ہیں ایک ہے بُلبُل کی پیروی کہ تیرا وجود سراپہ نالہ وفریاد بن جائے اور دوسرا یہ کہ تو تلمیذِ گُل (پھول کی شاگردی) میں چپ رہ زبان کو تالا لگا دے- یعنی یا اس جھوٹے عالمی سیاسی واقتصادی نظام سے سمجھوتہ کر لے یا اس کے دوہرے معیارات کے خلاف بھر پور آواز اُٹھا کیونکہ تو فرزندِ اسلام ہونے ناطے سازِ عالَم کا نغمہ ہے اگر تجھ سے بھی نغمۂ اِنقلاب نہیں پھوٹتا تو پھر یہ عظیم فریضہ کون نبھانے آئے گا؟ کیا مخلوق کو اسی طرح خوش شکل درندوں کے رحم وکرم پہ چھوڑ دیا جائے؟ کہ جس حیوانیّت کو مرضی ''جمہوریت'' یا جمہور کا فیصلہ'' کہہ کر قانونی حیثیت دے دیں، جس حلال کو جمہور کے نام پہ حرام اور جس حرام کو جمہور کے نام پہ حلال قرار دے دیں- اقبال کہتے ہیں، نہیں! تو ایک زندہ ملت کا فرد اور زندہ کتاب کا ماننے والا اور زندہ نبی کا کلمہ پڑھنے والا ہے اس لئے تجھ پہ لازم ہے کہ ظلمت کو ظلمت کہہ! ظُلم کو ظُلم کہہ! حلال کو حلال اور حرام کو حرام کہہ!

> اس چمن میں پیروِ بُلبُل ہو یا تلمیذِ گل　　　یا سراپہ نالہ بن جا، یا نوا پیدا نہ کر
>
> کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تُو　　　لب کُشا ہو جا! سرُودِ بربطِ عالم ہے تُو

جہاں سے نویں بند کا آغاز ہو رہا ہے یہاں سے فرشتہ پیغام دیتا ہے کہ تیرے امراض کی دوا اور تیرے اوپر جو ذِمّہ داریاں عائد ہیں اُنہیں پورا کرنے کیلئے جو زادِ سفر مطلوب ہے وہ تجھے اپنے پلے سے باندھنا پڑے گا- اور وہ ہے تیری تربیّتِ رُوحانی کا اہتمام! یہ پورا بند روحانیّت کے اُن تصورات پہ مبنی ہے جنہیں کُھل کر بیان نہ کیا جا سکے لیکن اِس میں دعوت بُنیادی یہی دی گئی ہے کہ انسان کو اپنی ذات اور اپنی ہستی میں غور کرنا چاہئے کہ مجھے پروردگارِ عالَم نے کیا کیا شرف اور کیا کیا عظمتیں عطا کی ہیں- کیونکہ قلبِ انسانی کو جتنی وُسعت نصیب ہے اُس کے بارے آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا جیسا کہ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دِل چیست؟ وسیع از چہاردہ طبقات-''

ترجمہ: ''دِل کیا ہے؟ دل چودہ طبقات سے بھی زیادہ وسیع ہے''-

> دِل دریا سمندروں ڈوگھے کون دِلاں دیاں جانے ھُو
>
> وِچے بیڑے وِچے جھیڑے وِچے ونجھ مہانے ھُو
>
> چودہ طبق دِلے دے اندر تمبو وانگن تانے ھُو
>
> جو دِل دا محرم ہووے باھُو سوئی رب پچھانے ھُو

صُوفیائے کرام نے بھی اور اکثر فقہا ومفسّرین نے بھی ایک حدیثِ قُدسی نقل فرمائی ہے- جس میں اِرشاد ہوتا ہے:

> ﴿لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی فی قلب عبد المؤمن﴾
>
> ''میں نہیں سما تا زمین میں اور نہ ہی آسمانوں میں، بلکہ میری سمائی ہے اپنے مومن بندے کے دل میں''-

من میں اُترنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ آدمی اپنے باطن میں جھانکے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انوار کا جو خزانہ مومن کے قلب میں رکھا ہے اُس سے مُستفید ہو اور اپنے آپ کو اُس کے قُرب میں لیکر جائے اِسی کو اسلاف نے، بزرگانِ دین نے قرآن وسُنّت سے عملی تحقیق کر کے من کا راز کہا ہے- اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا منصب جسے عطا کیا اور اپنی نیابت وخلافت جسے عطا فرمائی اُس کے قلب کو یہ شرف بخشا کہ اپنے نُور سے منوّر فرمایا- وہ تمام بڑی شخصیات جنہوں نے زندگی بھر کی مُشقّت وریاضت سے مالکِ حقیقی کی محبت کا راز پایا ہے وہ سب تو یہی بتا کر گئے ہیں کہ جس نے بھی پایا ہے اپنے اندر سے پایا ہے اور جس انسان کو بھی اپنے اندر جھانکنے کی توفیق اُس نے عطا کی وہی عظیم اِنسان کہلایا ہے- حضرت علاّمہ اِقبال نے مسلمان نوجوانوں کو بالخصوص اس جانب متوجہ کیا کہ وہ اپنی حقیقت سے آگاہ ہوں اور اس دُنیا کی گہما گہمی میں اپنا مقام پہچانیں- درج ذیل میں ''شمع وشاعر''

کا جو بند ہے وہ اسی پیغام کو باآوازِ بلند سُناتا ہے کہ اگر یہ دہقان (انسان) اپنی حقیقت کو پرکھے تو اِسے معلوم ہوگا وہ دانہ کھیتی و باران و حاصل سب کچھ اسی کے اپنے اندر ہے۔ دانہ انسان کی طلب ہے جسے یہ اپنے دل کی کھیتی میں کاشت کرتا ہے اور ذِکرِ الٰہی سے معطر اِس کی سانسیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک بارانِ رحمت کی طرح ہے جو اِس کھیتی کو سرسبز رکھتا ہے اور وہ حاصل جو اِسے نصیب ہوتا ہے وہ اِس کے اپنے اندر موجود ہے اِس فرمان کے تحت کہ ﴿من عرف نفسهٗ فقد عرف ربّهٗ﴾ کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا تحقیق اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

پھر اقبال فرماتے ہیں کہ کیا چیز ہے جو انسان کو اس کی اپنی ذات سے دور کئے رکھتی ہے؟ یہ اپنے آپ میں اُترنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا؟ دُنیا کی بھول بھلیّوں میں آوارہ کیوں پھرتا رہتا ہے؟ فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنے اندر اُتر تو تجھے معلوم ہوگا کہ وہ راستہ جس پہ چلنا ہے وہ بھی تو ہے، اس راہ کا مسافر (راہ رَو) بھی تو ہے اور ظلمتِ نفسانی میں اپنے نفس کا احتساب کرکے اس کی رہبری کرنے والا بھی تو ہے اور وہ مقام جہاں تجھے پہنچنا ہے وہ بھی تو تجھ ہی میں پوشیدہ و پنہاں ہے۔ ایک مقام پہ علامہ فرماتے ہیں:

از من بروں نیست منزل گہِ من	من بے نصیبم ، راہے نیابم

ترجمہ: ''میری منزل مجھ سے باہر نہیں ہے (البتہ) میری بد نصیبی یہ ہے کہ اپنے اندر جانے کا راستہ مجھے نہیں مل رہا''۔

پھر کہتے ہیں کہ تُو اس راستے کی طرف آتے ہوئے اِس بات سے خائف ہے کہ تجھے اپنے سے خارج کسی طوفان کا سامنا کرنا پڑے گا؟ تو اپنی ہستی کی مادی پستی کو دیکھ کے پریشان ہوتا ہے کہ اس کا مقابلہ کیسے کرے گا؟ تو اس خوف کو ذہن سے نکال کر یہ یقین کرلے کہ طوفان تجھ سے خارج میں نہیں بلکہ تیرے داخل یعنی باطن میں ہوگا۔ اِسی نظم میں آگے چل کے اقبال نے فرمایا بھی ہے کہ ''دیکھ تو پوشیدہ **تجھ میں** شوکتِ طوفاں بھی ہے''۔ اقبال کے الفاظ کو اگر حقیقی قالب میں ڈھال کر دیکھا جائے تو انسانی وجود کشتی کی مثل ہے، ضمیر ملاح کی مثل ہے، قلب سمندر کی مثل ہے اور خزانہ قلب تک رسائی ساحل پہ باحفاظت اُترنے کی مثل ہے۔ یعنی تیرا وجود کشتی ہے اُس کا ملاح بھی تو ہے یعنی ﴿لیبلوکم ایکم احسن عملا﴾ کہ عمل انسان کے اختیار میں ہے کہ صحیح سمت میں لے جائے یا اپنے نفس پہ قابو نہ رکھ سکے۔ اِس لئے اِس طوفان سے ڈرمت بلکہ مردانہ وار بازی گاہِ عشق میں اُتر اور سفینے کو طوفانِ ظلمتِ نفسانی سے نکال کر امانِ نُورِ روحانی میں لیکر جا۔

رسمِ عاشقی میں چار چیزیں تو لازم ہیں عاشق، معشوق، جائے مُلاقات اور پردہ و حجاب۔ اقبال فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنے من میں اُتر اور ''کوچۂ چاکِ گریبان'' میں جھانکنے کی سعی و کوشش کرتو تجھے یہ مشاہدہ ہوگا کہ عاشق تو تو ہے، تیرا معشوق بھی تیرے اندر جلوہ فرما ہے اور جائے مُلاقات بھی تیرا دِل ہے جہاں تجھے اُس کا قرب ووصال نصیب ہوگا۔ اگر آج تک تو اس لذتِ وصال سے محروم ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے اور اُس کے درمیان وہ حجاب بھی تو خود ہے۔ جب تیری نفسانیت کا حجاب اُٹھ جائے گا تو اُس کا تو یہ فرمان ہے کہ ''تو ہی اپنی جان کو روکے بیٹھا ہے جبکہ تیرا رب تو تیری راہ دیکھ رہا ہے''۔

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا	دانہ تُو، کھیتی بھی تُو، باراں بھی تُو، حاصل بھی تُو
آہ! کِس کی آرزُو آوارہ رکھتی ہے تُجھے	راہ تُو، راہ رَو بھی تُو، رہبر بھی تُو، منزل بھی تُو
کانپتا ہے دِل ترا اندیشۂ طُوفاں سے کیا	ناخُدا تُو، بحر تُو، کشتی بھی تُو، ساحل بھی تُو
دیکھ آکر کُوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی	قیس تُو، لیلا بھی تُو، صحرا بھی تُو، محمل بھی تُو

پھر فرماتے ہیں کہ تو غیر اللہ کا خوف دِل میں ہرگز ہرگز نہ رکھ، بلکہ اُس کی ذات کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ ہوس ہے کیونکہ ''اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس''۔ اس لئے تجھے جو آتشِ باطن نصیب ہے اس سے خس و خاشاکِ نفسانی کو جلا ڈال۔ بے خبر! زمانے کا شیشہ تیرے ہی جوہر سے تو روشن ہے۔ او بے خبر! تُو ہی تو زمانے میں اُس کی ذات کا آخری پیغام ہے۔

شُعلہ بن کے پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو	خوفِ باطل کیا؟ کہ خود غارت گرِ باطل ہے تُو
بے خبر! تو جوہرِ آئینۂ ایام ہے	تُو زمانے میں خُدا کا آخری پیغام ہے

دسویں بند میں پھر مسلمان کو اُس کے مقامِ روحانی سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر تجھے اپنی اصلیّت کا علم ہو اور غفلت کے پردے تیرے سامنے سے ہٹ جائیں تو تجھے معلوم ہوگا کہ تو ایک قطرۂ ہیچ مایہ نہیں بلکہ ایک بحرِ بے پایاں ہے۔ انسان جب تک اپنے مٹ جانے والے بشری وجود کو ہی اپنا سب سمجھے رکھتا ہے تب تک اِسے اپنی قیمت کا اندازہ ہی نہیں ہو پاتا لیکن جب یہ اپنے باطن میں اُترتا ہے تو اس وسیع کائنات سے اس کا واسطہ پڑتا ہے جس کی دوسری انتہا تلاشنا اِس کیلئے ممکن نہیں ہے اور یہی قلبی قُوت اس کی اصل طاقت ہے کہ جب روحانی قوت اس کے پاس ہوتی ہے تو یہ بسا اوقات

اُسی سے سات اقلیمیں فتح کر لیتا ہے۔ جس طرح صُوفیائے کرام نے جنوبی ایشیا اور مشرقِ بعید میں اسلام کی ترویج و اشاعت فرمائی ہے کہ بغیر جنگ وجدال کے ان خطوں کے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہیں۔

آں فقر کہ بے تیغے صد کشور دل گیرد　　　از فرِّ فریدوں بہ، از شوکتِ دارا بہ

ترجمہ: ''وہ فقر جو بغیر تلوار کے دِل کی ہزاروں مملکتیں فتح کر لیتا ہے، (ایسا فقر) فریدون کے جلالِ بادشاہی سے بھی بہتر ہے اور دارا کی شان و شوکت سے بھی بہتر ہے''۔

اقبال نے خزانۂ قلبی کو کئی جگہ آشکار کیا اور نوجوانوں کی تربیت کیلئے اِسے مختلف مثالوں سے سمجھانے کی کوشش کی۔ مثلاً ایک مقام پہ فرہاد کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو نے شیریں کو پانے کیلئے پہاڑ کھود کے نہر نکال دی مگر شیریں کو نہ پا سکا، افسوس کہ تو پتھروں کے پہاڑ کھودنے پر اپنی زندگی و توانائی ضائع کرنے کی بجائے اپنے دِل کے خزانے کو کھود لیتا تو لازمی تجھے وصلِ یار نصیب ہو جاتا:

حسن کا گنجِ گراں مایہ تجھے مل جاتا　　　تو نے فرہاد نہ کھودا کبھی ویرانۂ دِل

علامہ اقبال مسلمان کی توجہ فاران کی چوٹیوں کی طرف دِلاتے ہیں کہ تیری عظمت اور تیرے پاس آنے والے عظیم پیغام کی امین ہیں جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شب و روز سربلندیٔ دین کی جدو جہد فرمائی۔

اپنی اصلیّت سے ہو آگاہ اے غافل! کہ تُو　　　قطرہ ہے، لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے
سینہ ہے تیرا امیں اُس کے پیامِ ناز کا　　　جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے، پنہاں بھی ہے
ہفت کشور جس سے ہوں تسخیر بے تیغ و تفنگ　　　تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
اب تلک شاہد ہے جس پہ کوہِ فاراں کا سکوت　　　اے تغافل پیشہ! تجھ کو یاد وہ پیماں بھی ہے

اِنحطاط و زوال کی ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ ذوقِ طلب بھی کم پڑ جاتا ہے اور زندگی کے تمام مُعاملات میں لوگ ارفع و اعلیٰ ترین مقاصد کو ترک کر دیتے ہیں۔ مثلاً جُملہ عبادات کا مقصد دراصل خالقِ حقیقی کے ساتھ اپنے تعلّق کو استوار کرنا اور دُنیا و مافیہا کی بجائے صرف وصرف اُس پاک ذات کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اہل اللہ یہ فرماتے ہیں کہ جو عبادت میں طلبِ دُنیا کرتا ہے وہ نامرد/ ہیجڑہ ہے اور جو عبادات میں عُقبیٰ کا طالب ہے وہ مؤنث ہے اور جو اپنی تمام عبادات و بندگی صرف وصرف رضائے الٰہی اور اس کے قرب و وصال کے حصول کیلئے کرتا ہے وہ مردِ مُذکر ہے۔ اہل اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے مطابق کسی بھی طرح کی مخلوق کی عبادات میں طلب کرنا دراصل خالق کی عبادت میں کسی اور کو حائل کرنے کے مترادف ہے۔ چاہے کوئی دُنیوی نعمت یا اُخروی، وہ فرماتے ہیں کہ عبادت کا مقصد بہر حال رضائے الٰہی کا حصول ہی ہوگا جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہوتا ہے:

﴿ان صلاتی و نُسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین﴾

''بے شک میری نماز، میری قُربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا (سب کچھ صرف وصرف) اللہ کیلئے ہے''۔

اِس لئے مقاصد کو بلند تر رکھنا چاہئے اور ذوقِ طلب کا سمجھوتا اعلیٰ ترین مقاصد سے کم تر پہ نہیں کرنا چاہئے۔ ''رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثُریّا کر'' اِس لئے علامہ بتاتے ہیں کہ تیری تنگیٔ داماں کا عِلاج موجود ہے سب پہلے تجھے اپنا دامن وسیع کرنا ہوگا تا کہ تو ان خزانوں کو سمیٹ بھی سکے اور راز و رموزِ باطنی کی نگہداری کر سکے۔

تُو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا　　　ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

بند کے آخر میں علامہ بتاتے ہیں کہ میرے سینے میں عالمِ اسلام کے روشن مستقبل کو اللہ جل شانہٗ نے آشکار فرما دیا ہے اور اسی راز کی برکت ہے کہ میری نوا میں آتشِ عشق پھونک دی گئی ہے اور میری نوا میں اس روشن مستقبل کو ظاہر کر دیا گیا ہے:

راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ　　　جلوۂ تقدیر میرے دِل کے آئینے میں دیکھ

عالمِ اِسلام کا روشن مستقبل اقبال کو کیا دِکھایا گیا؟ یہ خود اقبال کے اپنے اَلفاظ سے عیاں ہوتا ہے جہاں سے نظم کا آخری و گیارھواں بند شروع ہوتا کہ زوال و انحطاط کی اور ذِلّت و رسوائی کی سیاہ رات چھٹنے والی ہے نور کی ایسی سپیدہ سحر طلوع ہونے والی ہے کہ آسمان آئینہ کی طرح جگمگا اُٹھے گا۔ اس بادِ بہاری میں امن و سلامتی اور ایمان و یقین کے ایسے نغمے پھوٹیں گے کہ دِل کے غنچوں میں پوشیدہ خوشبو نوائے سحر بن کے پھیل جائے گی کیونکہ جب نفی اثبات کے پانی سے من کی بوٹی پنگرتی ہے تو اُس کی خوشبو ماحول کو عطر بیز کر دیتی ہے۔ باغ کے وہ سینہ چاک جن پہ اڑھائی سو برس سے استعمار وسامراج حاکم ہے جو اِن اڑھائی سو برسوں میں کم و بیش اڑھائی کروڑ لوگوں کی قُربانی دے چکے ہیں یہ مظلوم ایک دوسرے سے آملیں گے، اپنی اور

اُمّت کی بقاؑ و محافظت کیلئے ''نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر'' پاسبانیءِ حرم کا فریضہ نبھانے کیلئے اِسلامیانِ عالَم ایک وحدت پہ متحد ہو جائیں گے اور بادِ صبا اِن سینہ چاکانِ چمن کی ہمنوا ہو جائے گی کہ زمانے کی تند و تیز ہوا ہی اِن کے چراغ کی محافظ بن جائے گی اور ''بادِ صبا'' سے مُراد رائے عامہ (Public Perception) بھی ہے جو اِسلامیانِ عالم کی مظلومیّت کا ساتھ دے گی - میری شبنم اَفشانی مُردہ و خوابیدہ دِلوں میں ایسا سوز و سازِ زندگی پھونکے گی کی مِلّت کے نوجوان ترانہ ہائے اقبال لبوں پہ سجائے میدانِ عمل میں اُتریں گے اور اِس چمن کے تمام غُنچے اور کلیاں میرے پیامِ درد سے آشنا ہو جائیں گی اور اپنے قومی و ملّی فریضے کو سرانجام دینے کیلئے سربکف ہوں گے - دریائے مغرب کی طغیانی کا عروج دیکھ چکو گے اِس کی تند و تیز موجوں کی شان و شوکت جو بظاہر تمہارے اعصاب پہ سوار ہے یہی بے قرار موجیں (جو ہر وقت مظلوم و محکوم قوموں کے استحصال پہ مائل و آمادہ و مضطرب رہتی ہیں) اِسی دریا کے پاؤں کی زنجیر بن جائیں گی، ان کی تہذیب ان کے اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی کیونکہ انہوں نے اپنا آشیانہ شاخِ نازُک کی ناپائیداری پہ بنایا ہے - مسلمانوں کے دِلوں کو پیغامِ سجُود یاد آئے گا اور ان کے دِل اللہ جل شانہٗ کے حضور اِس شانِ عاجزی و انکساری سے جھک جائیں گے کہ جسم، عقل اور رُوح یہ تینوں اطاعتِ الٰہی اور اتباع و اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کامل ہو جائیں گے، مسلمانوں کی پیشانیاں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائیں - کیونکہ دِل کے زندہ و بیدار اور پُر تاثیر ہوئے بغیر اقبال سمجھتے ہیں کہ نہ ہی لذّتِ سجدہ نصیب ہو سکتی ہے نہ ہی داغِ سجدہ میں نُور سما سکتا ہے، اقبال نے اکابرینِ اِسلام کی تعلیمات کا خُلاصہ ایک مقام پہ اِن اَلفاظ میں پیش کیا:

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام	میرا قیام بھی حجاب ، میرا سجود بھی حجاب

اِس لئے شوق یعنی طلبِ مولیٰ کا دِیا دِل میں روشن کرنا شرطِ اوّل ہے جس کے بعد جبین خاکِ حرم سے مانُوس ہوتی ہے - جیسا کہ ابتدا میں بات ہوئی کہ مذہب کے ماننے والوں کی رسم پرستی بھی انتشار کی وجوہات میں سے ایک ہے - اکابرینِ اِسلام کی تعلیمات بالخصوص علامہ اقبال کے کلام میں جھانک کر یہ اندازہ یقین میں بدل جاتا ہے کہ اغیار یعنی دُشمنانِ اِسلام کبھی بھی مسلمانوں کی رسوم سے خائف نہیں ہوئے بلکہ ہماری تاریخ سے اغیار یہ سیکھ چکے ہیں کہ رسم پرست مسلمان ایک دوسرے کو کاٹ کھا سکتے ہیں مگر اِن کی قُوّت باطل کیلئے کوئی خطرہ نہیں رہتی - اِس لئے اُنہوں نے نوآبادیاتی دور میں ایسے اہتمامات یہاں کر دئے تھے کہ مسلمانوں میں روحانی بیداری کو ختم کر دیا جائے یہی تو سازش تھی جو کامیاب ہوئی:

❁	مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجُود	خرید لی ہے فرنگی نے وہ مُسلمانی
❁	وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا	رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

اِس سے آگے اقبال فرماتے ہیں کہ جو مُشاہدات مجھے اِسلام کے روشن مستقبل کے کروائے گئے ہیں مجھ میں تاب نہیں کہ انہیں بیان کر سکوں اگر بیان کر دوں تو فرنگ اور اس کے گماشتے یہ خبریں ہضم ہی نہیں کر سکیں گے - مسجدِ قُرطبہ کے عُنوان سے لکھی گئی بالِ جبریل کی نظم جو کہ اقبال نے سرزمینِ ہسپانیہ (اسپین) میں قرطبہ میں لکھی ''وادالکبیر'' وہ دریا ہے جس کے کنارے مسجدِ قرطبہ واقع ہے اُسے مُخاطب کر کے کہتے ہیں:

آبِ روانِ کبیر ! تیرے کنارے کوئی	دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالَمِ نَو ہے اَبھی پردۂ تقدیر میں	میری نِگاہوں میں ہے اُس کی سحر بے حجاب
پردہ اُٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے	لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب

اِس لئے فرماتے ہیں کہ میری آنکھ جو کچھ دیکھ رہی ہے میں وہ بیان نہیں کر سکتا کہ صفحۂ ہستی پہ کیسے کیسے انقلابات طلُوع ہونے والے ہیں اور اِسلام ایک زِندہ قُوّت کے طور پہ اُبھر رہا ہے وقتی و عارضی مشکلات انشااللہ دور ہوں گی اور اندھیری رات جلوۂ خورشید سے چھٹ جائے گی اور چمنِ عالَم میں نغمۂ توحید ہی کا چرچا ہوگا -

''شمع وشاعر'' کا آخری بند اُمیدِ مستقبل ہے:

آسماں ہوگا سحر کے نُور سے آئینہ پوش	اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اِس قدر ہوگی ترنّم آفریں بادِ بہار	نکہت خوابیدہ غُنچے کی نوا ہو جائے گی
آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک	بزمِ گُل کی ہم نَفَس بادِ صَبا ہو جائے گی
شبنم اَفشانی مِری پیدا کرے گی سوز و ساز	اِس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی
دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل	موجِ مُضطر ہی اِسے زنجیرِ پا ہو جائے گی
پھر دِلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجُود	پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں	محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے	یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

اگر اس نظم کے گیارہ بند ترتیب وار موضوعات میں تقسیم کئے جائیں تو اُن کی ترتیب یوں ہوگی:

شاعر: مایوسی و نا اُمیدی میں ڈوبا ایک ایسا فرد جو روحانی طور پہ بھی انتہائی ضعیف ہے۔

شمع: اَسلاف کی اَرواح، تعلیمات یا تاریخ، اِن میں جس کو تصور کر لیا جائے

پہلا بند: مایوسی و نا اُمیدی میں ڈوبا فرد اپنے آپ کو اَسلاف کی تاریخ و تعلیمات کے رُوبرُو کر کے سوال کرتا ہے۔

دوسرا بند: شمع مایوس و نا اُمید اور روحانی طور پہ ضعیف فرد کے اَمراض گنواتی ہے۔

تیسرا بند: فرد کی ظاہری و باطنی سُستیوں کو بیان کرتا ہے۔

چوتھا بند: چوتھے بند کا اَسلُوب بھی تیسرے ہی کی طرح ہے، جس میں اعمالِ ظاہر و اعمالِ باطن میں کوتاہیوں اور کاہلیوں کو بیان کیا گیا ہے۔

پانچواں بند: عہدِ حاضر کا اَسلاف سے تقابلی جائزہ کیا گیا ہے کہ وہ کیا تھے؟ اور اُنہوں نے کیا کیا؟ اور زمانہ حال کی کیا کیفیت ہے؟

چھٹا بند: عصرِ حاضر کے تقاضاؤں میں شرعِ پیغمبر (ﷺ) کے آشکار ہو جانے کی نوید ہے اور بیدار ہونے کا پیغام ہے۔

ساتواں بند: پرچمِ دین کی مُحافظت کیلئے تن آسانی، رُوحانی زوال اور تفرقہ پرستی سے نکلنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

آٹھواں بند: طلبِ الٰہی پیدا کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور دوہرے معیارات پہ قائم عالمی نظام سے چھٹکارے پہ مائل کیا گیا ہے۔

نواں بند: من کی کائنات میں اُترنے، خود شناسی حاصل کرنے اور اپنی روحانیت بیدار کرنے کی تلقین ہے۔

دسواں بند: خود شناسی اور مقامِ مُسلمانی سے آگاہ ہونے کا حُکم دیا گیا ہے۔

گیارھواں بند: عالمِ اِسلام کے روشن مُستقبل کی ولولہ انگیز و بصیرت افروز نوید و خوشخبری سُنائی گئی ہے۔

اِس ترتیب سے یہ اندازہ لگانا مُشکل نہیں کہ حضرت علامہ اقبال کے نزدیک اُمّتِ مُسلمہ کو زوال سے نکلنے کیلئے اور نشاۃِ ثانیہ کا سفر طے کرنے کیلئے ایک ایسی روحانی قیادت و تربیّت کی ضرورت ہے جو عصری تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہو اور مادہ پرستی و رسم پرستی میں انتہا پسند ہونے کی بجائے اُس راہِ رحمت و اعتدال پہ قائم ہو جو ازل سے انبیاعلیھم السلام بالخصوص ختم المرسلین رحمۃ للعلٰمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنّتِ عظیم اور طریقِ مُبارک ہے، جو کہ آج تک صُلحا و اولیا کا طریقہ رہا ہے۔ جب تک انسان روحانی طور پہ بیدار و باشعور نہیں ہوتا اُس کی وحشتِ ظاہری و باطنی کو ختم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس دُنیا کو سُلگتے لوہے اور دہکتی آگ سے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت علامہ کے نظامِ فکر میں بغور جھانکنے سے یہی نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ روحانی بیداری سے عاری حکمت و سیاست فقط و فقط ''ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغِ کارزاری ہے''۔

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے	قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے
نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی	یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

انسان نوعِ انسانی کا شکاری اُسی وقت بنتا ہے جب حرص، ہوس، غضب اور شہوت اس کے جُملہ حواس کو اپنے قبضے میں لے لیتے ہیں یعنی انسان کی نفسانیت و مادیت کی ظلمت اِس کے وجودِ روحانی پہ غالب آجاتی ہے۔ یہ نفسِ امارہ کی سواری بن جاتا ہے اس کی باگیں (یا عہدِ جدید میں اسٹیئرنگ) اس کے اپنے ہاتھ میں ہونے کی بجائے اس کے نفس کے اختیار میں ہوتا ہے وہ جس طرف اس کی سوچ کے دھارے کو موڑتا ہے اُسی طرف انسان بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اگر نفسِ اَمارہ سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ انسانی سوچ کا دھارہ صحیح سمت میں موڑے گا تو کتابِ عظیم قرآنِ حکیم میں بار بار ''ہویٰ'' سے یعنی نفسِ امارہ کی بری خصلتوں اور خواہشوں سے بچ کر رہنے کے احکامات کیوں صادر ہوتے رہے ہیں؟

اِس کا مطلب ہے کہ آدمی کو سوار اور نفس کو سواری بننا پڑے گا تا کہ نفس کا اسٹیئرنگ آدمی کے ہاتھ میں ہو یہ نفس کا فرمانبردار غُلام بننے کی بجائے نفس کو اپنے تابعِ فرمان کرے تا کہ اُس کی بُری خصلتوں اور خواہشوں سے چھٹکارہ پا سکے۔

اِس وقت یہ اِنسان کی ضرورت ہے کہ وحشت و ظلم کے اِس دور میں نفس پرستی و مادیت پرستی کے پنجۂ خونی سے خود کو آزاد کروائے اور رسم پرستی سے بڑھ کر رُوحِ عبادت کو پانے کی کوشش کرے جو کہ یقیناً کسی کامل رہنمائی کے نتیجے ہی سے انسان کو نصیب ہو سکتی۔

❀❀❀

International Sultan Bahoo & Mevlana Rumi Conference

انٹرنیشنل ’’سلطان باھُو اور مولانا رومی‘‘ کانفرنس

بروز منگل، ۰۹ دسمبر ۲۰۱۴ء، بمقام اسلام آباد کلب، اسلام آباد

زیرِ اہتمام

مسلم انسٹیٹیوٹ

تحقیقی ادارہ مسلم انسٹیٹیوٹ کے ’’حضرت سُلطان باھُو ڈیسک‘‘ کے زیرِ اہتمام بروز منگل، ۰۹ دسمبر، ۲۰۱۴ء کو ایک روزہ انٹرنیشنل ’’سلطان باھو اور مولانا رومی‘‘ کانفرنس کا انعقاد اسلام آباد میں ہوا جس میں پاکستان سمیت پانچ ممالک (تاجکستان، ترکی، بنگلہ دیش اور بوسنیا) کے محققین نے حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ اور حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مُشترکہ روحانی و ادبی ورثے پہ اپنے تحقیقی مقالات پیش کئے۔ تین سیشنز پر مشتمل کانفرنس کا آغاز تلاوت کلامِ پاک سے ہوا اور ہر سیشن کے آغاز پر کلامِ حضرت سلطان باھو اور کلامِ مولانا رومی پیش کیا گیا۔ کانفرنس میں سفارتکاروں، سیاسی و سماجی شخصیات، مُختلف اداروں کے محققین، صحافیوں اور مختلف یونیورسٹیوں کے پروفیسرز و طلباء و طالبات نے شرکت کی۔ ہر سیشن کے اختتام پر مسلم انسٹیٹیوٹ کی جانب سے معزز مہمانوں میں کانفرنس کی یادگیری شیلڈز بھی تقسیم کی گئیں۔ مسلم انسٹیٹیوٹ کے ریسرچ ایسوی ایٹ عثمان حسن نے ماڈریٹر کی خدمات سرانجام دیں۔

سیشن اوّل

صاحبزادہ سلطان احمد علی

چیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ

Welcoming Remarks

مسلم انسٹیٹیوٹ کی دعوت پر آج کی کانفرنس میں تشریف لانے والے تمام مہمانانِ گرامی بالخصوص بیرونِ ملک سے تشریف لانے والے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مسلم انسٹیٹیوٹ کے چار ڈیسک ہیں (۱) کشمیر ڈیسک: جو کہ کشمیر پر سپیشلائزڈ سٹڈی کرتا ہے (۲) انٹرنیشنل افیئرز ڈیسک: اس کے زیرِ اہتمام عالمی سطح پہ مسلمان ممالک اور معاشروں کو درپیش چیلنجز پہ تحقیق کی جاتی ہے (۳) شریعہ اینڈ اسلامک جورسپروڈنس: اس ڈیسک کے زیرِ اہتمام تیزی سے بدلتی دُنیا میں تغیر پذیر معاشرت میں اسلامی شریعہ اور اس کی دیگر شاخوں سے متعلق نوجوان نسل میں آگاہی پیدا کی جاتی ہے اور جدید شرعی مسائل پہ تحقیق کی جاتی ہے (۴) حضرت سُلطان باھُو ڈیسک: اس کے زیرِ اہتمام صوفیائے کرام کی امن و محبت پہ اور اصلاح و روحانیت پہ مبنی تعلیمات کے فروغ کیلئے ملٹی ڈائمینشنل ایکٹیویٹیز تشکیل دی جاتی ہیں آج کی یہ کانفرنس بھی اسی ڈیسک کے زیرِ اہتمام اِنعقاد پذیر ہے۔ حضرت سلطان باھُو اور مولانا رومی کی تعلیمات آج کے دور میں اُتنی ہی مؤثر ہیں جتنی اُن کے اپنے دور میں تھیں۔ معاشرے میں امن و محبت کے فروغ کے لیے اولیائے کاملین کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ناگزیر ہو چکا ہے۔ ایک وقت تھا جب مثنوی ہمارے نصاب کا حصہ ہوا کرتی تھی مگر اب ہمارا معاشرہ صوفیاء کی تعلیمات سے رسمی طور پر بھی محروم ہوتا جا رہا ہے۔ صوفیاء کے کلام کو فقط ترنم اور حُسنِ ادائیگی سے پڑھ لینے سے ان کا حق ادا نہیں ہوگا بلکہ ان کے پیغام کو عملی طور پر اپنانا ہوگا۔ اِن شخصیات پر اور اُن کے افکار پر تحقیق کرنی اسلئے بھی ضروری ہے کیونکہ اُن کے بعد دوبارہ کوئی اُن جیسا نہیں پیدا ہو سکا۔

پروفیسر ڈاکٹر سلیم مظہر

شعبہ فارسی (سابق ڈین اورئینٹل کالج) پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Special Remarks

مولانا رومی نے اسلامی ثقافت کے مراکز ثمرقند اور بخارا کی چنگیز خان کے ہاتھوں تباہی کے بعد مسلم دنیا میں پیدا ہونے والی مایوسی کو ختم کیا اور حضرت سلطان باھو نے مُغل شہزادوں کے جنگ و جدل کے دور میں پیدا ہونے والی تفرقہ بازی کا اپنی فکر اور کلام سے سدِ باب کیا- ہم نے اپنے اسلاف کے فیوض و برکات کو ترک کر دیا ہے اسلئے ہم پستی کی جانب جا رہے ہیں- یہ فکر آج بھی تعلیمات کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے ہمیں ان سے استفادہ کر کے اپنے معاشرتی مسائل سے چھٹکارا مل سکتا ہے جو کہ غیر مسلموں کو بھی مسلمانوں کے قریب کرتی ہیں- حضرت سلطان باھو مادرزات ولی اللہ تھے جبکہ مولانا رومی عظیم عالم دین تھے مگر وہ ''مولائے روم'' تب بنے جب انہیں شاہ شمس تبریز کی صحبت نصیب ہوئی- جیسا کہ انہوں نے فرمایا بھی ہے

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم	تا غُلامِ شمسِ تبریزی نہ شُد

کہ ''مولوی جلال الدین'' تب تک مولائے روم نہیں کہلایا جب تک شمسِ تبریزی کے حلقۂ غُلامی میں شامل نہیں ہوا-

عزت مآب مکاروِک ندیم

سفیر بوسنیا برائے پاکستان

Guest of Honour

بوسنیا اُن خطوں میں سے ایک ہے جہاں اسلام کی ترویج و اشاعت صُوفیائے کرام نے فرمائی- ۱۹۹۰ء کی دہائی میں بوسنیا کے مسلمانوں پر بیش بہا مظالم ڈھائے گئے مگر اسلام ان کے دلوں سے نہیں نکل سکا جس کی وجہ صوفیاء کا اثر و رسوخ تھا- سلطان باھو اور مولانا رومی کے درمیان قریباً ساڑھے تین سو سال کا فاصلہ ہے مگر ان کی تعلیمات کم و بیش ایک ہی درس دیتی نظر آتی ہیں کیونکہ یہ ان کے ذاتی روحانی و قلبی مشاہدات اور تجربات پر مبنی ہیں- ان کی تعلیمات کے مطابق انسان کی روحانیت اسے باقی مخلوقات سے منفرد کرتی ہے اور اگر روح بیدار نہ ہو تو انسان جانوروں کی صف میں رہتا ہے- ان ہستیوں کی تعلیمات محبت کا درس دیتی ہیں- آج کے دور میں ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر تہذیبوں کے مابین مکالمہ کو فروغ دیا جا سکتا ہے-

عزت مآب جانانوف شیر علی

سفیر تاجکستان برائے پاکستان

Guest of Honour

حضرت سلطان باھو اور مولانا رومی کی تعلیمات انسان دوستی کا سبق دیتی ہیں میری خواہش ہے کہ یہ کانفرنس ایک ابتداء ثابت ہو جو صوفیاء کی تعلیمات کو عام کرنے کا سبب بنے کیونکہ یہ وقت کا اہم تقاضا ہے- وسطی ایشیاء اور جنوبی ایشیاء میں ایک بڑا باہمی تعلق روحانیت ہے اِن دونوں خطوں کا اسلامی، روحانی و ثقافتی ورثہ مُشترک ہے ہمیں چاہئے کہ اُس مشترکہ ورثہ کی تلاشِ نو جاری رکھیں- جنوبی ایشیا میں بولی جانے والی فارسی ایران سے متاثر ہونے کی بجائے وسطی ایشیا کی فارسی سے زیادہ متاثر تھی یہاں اس لہجے میں بہت عظیم لوگ آئے مثلاً حضرت سُلطان باھُو، غنی کاشمیری، مرزا عبدالقادر بیدل، زیب النسأ اور مرزا غالب- حضرت سلطان باھو اور مولانا رومی کی تعلیمات محبت، امن اور برداشت پر زور دیتی ہیں- ان کی تعلیمات کے مطابق انسان کا دل خالق کائنات کے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ ہے جیسے مولانا رومی فرماتے ہیں، دل گزرگاہِ جلیلِ اکبر است، اور حضرت سلطان باھو فرماتے ہیں، ایہہ تن رب سچے دا حجرہ-

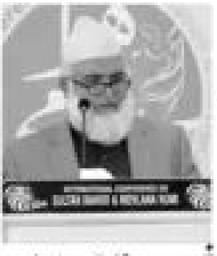

عزت مآب پیر محمد ابراہیم شاہ

(عزت مآب صاحبزادہ ابراہیم شاہ صاحب نے اپنے بھائی وزیرِ مملکت برائے مذہبی امور پیر محمد امین الحسنات شاہ کا پیغام پہنچایا جو کسی اچانک سرکاری مصروفیت کے باعث تقریب میں شریک نہ ہو سکے)

نوجوانوں کو چاہئے کہ کتاب بینی کو اپنا شعار بنائیں اور صوفیائے کرام کی تعلیمات حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ استعمار نے برصغیر سے فارسی زبان کو ایک سازش کے تحت ختم کر کے مسلمانوں کو ان کے ورثے سے جدا کر دیا ہے۔ ہمیں اپنے ماضی سے حضرت سلطان باھُو اور مولانا رومی جیسی شخصیات سے اُن کی تعلیمات کے ذریعے وابستہ ہونا ہے۔ ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے علم و حکمت کے بکھرے موتی سمیٹنے کی ضرورت ہے۔ صوفیاء کی تعلیمات میں اتحاد کا راز مضمر ہے اور یہی ہمارا مستقبل ہے۔ حضرت سلطان باھُو اور مولانا رومی نے امن، محبت، باہمی ہم آہنگی اور بھائی چارے کا پیغام دیا ہے۔

سیشن دوئم

ڈاکٹر نور علی نورزاد

خجند سٹیٹ یونیورسٹی، تاجکستان

Man, the crown of creation, focus of the teachings of Sultan Bahoo & Mevlana Rumi

حضرت سلطان باھُو کی کتب اور اور مولانا رومی کا کلام فقر کی تعلیمات کے حوالے سے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ظاہری علم اسی صورت فائدہ مند ثابت ہوتا ہے جب باطنی علم بھی حاصل کیا جائے۔ حضرت سلطان باھُو کی تصانیف کا مطالعہ بنظرِ عمیق کیا جائے تو اسرار و معنی کے نئے رموز آشکار ہوتے ہیں۔ حضرت سُلطان باھُو کا ہر جملہ تحقیق طلب ہے اور ان میں فارسی کے نہایت لطیف الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ حضرت سلطان باھُو نے مرتبہ استقامت کو مرتبہ کرامت سے بلند تر بیان کیا ہے اور مسلسل جہد کے ساتھ زندگی گزارنے پر زور دیا ہے۔

ڈاکٹر عالیہ سہیل خان

پرنسپل، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ گرلز کالج، راولپنڈی

Social balance & equity and teachings of Sultan Bahoo & Mevlana Rumi

ہمیں مغربی مفکرین کی مادیت پرستی کی سوچ سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صوفیاء کی تعلیمات کی طرف رجوع کر کے معاشرے کی اصلاح کرنی ہے۔ حضرت سلطان باھُو اور مولانا رومی کی تعلیمات کا بنیادی درس نفس کے خلاف جہاد ہے جو معاشرے میں انسانی اقدار کو عام کرتا ہے۔ یہ نظریہ مغربی مفکرین کی مادی سوچ سے یکسر مختلف ہے۔ ہمیں معاشرتی برابری اور عدل کے حصول کے لیے صوفیاء کی تعلیمات کی طرف لوٹنا پڑے گا۔ جب تک سیاسی و مذہبی راہنماؤں میں خود احتسابی کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی ہم معاشرے میں انصاف قائم نہیں کر سکتے ہیں۔ جب تک ہم اپنی نفسانی خواہشات کے غلام بنے رہیں گے، نہ تو معاشرے میں بہتری آسکتی ہے اور نہ ہی انسان اپنے اندر سے مستحکم ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر فرید الدین خان

یونیورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی اینڈ سائنس ڈھاکہ، بنگلہ دیش

Concept of "Love for Divinity & Nothing Else" for balance in society as described by Sultan Bahoo & Rumi

ہمارے معاشرے میں لوگوں کو روحانی خوراک کی ضرورت ہے تاکہ ہم معاشرے میں عدل و انصاف اور امن و امان کو یقینی بنا سکیں اور درحقیقت یہ تعلیمات پوری انسانیت کیلئے ضروری ہیں۔ مولانا رومی نے انسان کے مقصدِ حقیقی کو بیان کیا ہے اور حضرت سلطان باھُو نے اس کے حصول کا عملی راستہ متعین کیا ہے۔ جہاں مولانا رومی نے عشقِ حقیقی کا بیج بویا ہے وہاں حضرت سلطان باھُو نے اپنے دیوان سے اس فصل کو کاٹا ہے۔ صوفیاء کا یہ عقیدہ ہے کہ

آج انسان محبت، مروت اور رواداری کو ترک کر کے لالچ، حرص و ہوس کا شکار ہو چکا ہے جس کی بنیادی وجہ صوفیاء کی تعلیمات سے دوری ہے جو ہماری اصل میراث ہیں۔ محبت کے ذریعے انسان کی فطرت کو بدلا جا سکتا ہے۔ حضرت سلطان باھو اور مولانا رومی چونکہ ساری کائنات کو خالقِ حقیقی کے نور کا پرتو سمجھتے ہیں اسی لئے مخلوق سے محبت کرتے نظر آتے ہیں۔ علامہ اقبال نے مولانا رومی اور حضرت سلطان باھو کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہت کچھ لکھا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ادکن ترکمن

کونیا کراتئی یونیورسٹی، ترکی

Different Dimensions of Knowledge & its sources in the teachings of Sultan Bahoo & Mevlana Rumi

مختلف علاقوں کے صوفیاء نے مختلف زبانوں کو استعمال کرتے ہوئے ایک ہی پیغام لوگوں تک پہنچایا ہے کیونکہ ان کی بنیاد ایک ہی ہے اور صوفیاء کا کلام دراصل قرآن پاک کی تشریح ہے۔ صوفیاء نے روح کو بیدار کرنے کا پیغام دیا ہے اور روح ہر علم کی عالم ہے۔ ہمارا دماغ انفرادی شعور رکھتا ہے جبکہ روح کے پاس عالمگیر شعور ہے کیونکہ اس کا رابطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ حضرت سلطان باھو اور مولانا رومی اسی کے ذریعے حقیقی علم کے حصول پر زور دیتے ہیں۔ حضرت سلطان باھو کے ہاں ہمیں "ھو" کا استعمال بکثرت ملتا ہے اور اسی "ھو" کی تکرار مولانا رومی کے ہاں بھی نظر آتی ہے۔ اور "ھو" درحقیقت خدا کی سچائی کو پہچان لینے کا نام ہے۔ حضرت مولانا رومی کو تو میں نے ساری زندگی پڑھا ہے مگر حضرت سُلطان باھُو کو پہلی مرتبہ پڑھنے کا موقعہ مِلا ہے اور یہ بہت ہی خوشگوار تجربہ ہے کیونکہ دونوں کا روحانی مشاہدہ باہم دِگر کافی مماثلت رکھتا ہے اور علم کی ابتدا سے انتہا تک تمام کڑیوں اور متعلقات پر دونوں عظیم صوفیا کا نظریہ کافی حد تک مماثل ہے۔ مثلاً علم کی ابتدا و ارتقا، علم حاصل کرنے کے ذرائع، اقسامِ علوم، علمِ حق و علمِ باطل کی شناخت، علم اور ذرائع علم کا استعمال اور حقائقِ علوم۔ ان سب پر بہت سارے مقامات پہ سُلطان باھُو و مولانا رومی کی رائے مشترک ہے۔ مگر اس پہ مسلسل تحقیق کی ضرورت ہے۔

صاحبزادہ سلطان احمد علی

چیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ

Vote of thanks

مجھے امید ہے کہ جتنی سیر حاصل تحقیق ہمارے نیشنل و انٹرنیشنل سکالرز نے پیش فرمائی ہے یہ اِن دونوں عظیم صُوفیائے عظام کی تعلیمات کی تفہیم اور ان کے مُشترکہ روحانی ادب کی تلاش میں ایک اہم پیش رفت ہوگی۔ میں ایک بار پھر بیرونِ ممالک سے بطورِ خاص اِس کانفرنس میں تشریف لانے والے معزز مہمانوں کا بالخصوص شُکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے علاوہ بھی جتنے ہمارے آنریبل سپیکرز شریک ہوئے سب کا تہہِ دِل سے مشکور ہوں۔ میں اِن دونوں بزرگوں کے اُس پیغام پہ اِس کانفرنس کا اختتام کرتا ہوں جو اُن کی خانقاہوں پہ طالبانِ مولیٰ کی راہ نمائی کیلئے آج بھی لکھا ہوا ہے۔

حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ:

ہر کہ طالبِ حق بوَد من حاضرم	از ابتدا تا انتہا یک دم برم
طالب بیا! طالب بیا! طالب بیا!	تا رسانم روزِ اوّل با خُدا

ترجمہ: جو کوئی بھی طالبِ حق ہے میں اُس کی راہبری کیلئے حاضر ہوں، اُسے ابتدا سے انتہا تک (اُس کی طلب و ظرف کے مُطابق) ایک ہی دم میں پہنچا دوں گا۔ اے طالبِ حق آجا! اے طالبِ حق آجا! اے طالبِ حق آجا! تاکہ میں تجھے پہلے ہی روز واصل بحق کر دوں۔

حضرت جلال الدین بلخی رومی:

بعد از وفات تُربتِ ما بر زمیں مجو	در سینہ ہائے مردُم عارف مزارِ ما ست

ترجمہ: میری وفات کے بعد میرا مزار زمین پر تلاش نہ کرنا، بلکہ عارفانِ ذات کے سینوں میں ہماری تربت تمہیں ملے گی۔

کائنات کی وجہ تخلیق حضور نبی کریم ﷺ ہیں-تمام صوفیاء نے انسان اور خالق کائنات کے مابین رشتے کو عشق کے پیرائے میں بیان کیا ہے-ہمیں اس دنیا کی بجائے خالقِ حقیقی کے ساتھ رشتہ مضبوط کرنا ہے-

بیرسٹر ظفر اللہ خان

مشیر وزیر اعظم پاکستان

Chief Guest

حضرت سلطان باھو اور مولانا رومی کے افکار بنیادی طور پر ایک ہی درس دیتے ہیں جو خالق اور اس کی مخلوق سے محبت کا ہے-اُن کے نزدیک انسان کائنات کا مرکز ہے-ہمیں دنیا کے جھوٹے نظریات ترک کر کے اللہ رب العزت کی جانب رجوع کرنا ہے۔ اولیاء کاملین کی تعلیمات عصر حاضر کی ضرورت ہیں اور مسلم فکر پر چھائے مغربی تہذیب کے اثرات کو ختم کرنے کیلئے صوفیاء کی تعلیمات کا پرچار ضروری ہے- ہر وہ فکر جو انسان کو مقامِ نیابت سے گرانے کا باعث ہو وہ فکر نہ اسلامی ہے اور نہ ہی صوفیانہ-آج ہمیں معاشرے میں عدل، مساوات، برابری اور اعلیٰ اخلاق قائم کرنے کے ساتھ ساتھ فرقہ واریت کا خاتمہ کرنا ہے-

ڈاکٹر علی اصغر چشتی

سابق وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

Concludin Remarks of Chair of the Session

شریعت اور طریقت دراصل ایک ہی ہیں اور طریقت، شریعت پر نہایت باریکی سے عمل پیرا ہونے کا نام ہے-صوفیاء نے قرآن وسنت کے تحت زندگی گزارنے پر زور دیا ہے-اللہ تعالیٰ کا کلام نور ہے مگر ہم اسے سمجھنے کی بجائے فقط پڑھنے تک محدود ہو جاتے ہیں-تمام صوفیاء نے اسی کلام کی تشریح فرمائی ہے-آج ہمارے اعمال کی وجہ سے اسلام پر اعتراضات اٹھ رہے ہیں، ہمیں اس روش کو بدلنا ہوگا۔ ہمیں اعلیٰ اخلاق اپنانے اور اپنے اعمال درست کرنے کی ضرورت ہے جو روحانی تربیت کے ساتھ ہی ممکن ہے-

سیشن سوم

سکندر اسماعیل خان

وفاقی سیکریٹری، حکومتِ پاکستان

Chief Guest

اولیائے کاملین نے عوام الناس کو قربِ الٰہی کی دعوت دی ہے-کائنات کی اصل حقیقت انسان کے اپنے اندر پوشیدہ ہے کیونکہ ہماری روح کا تعلق اللہ رب العزت کے ساتھ ہے اور یہ اسی کا قرب تلاش کرتی ہے-ہماری انا اور نفسِ امارہ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں-امن اور انارکی، دونوں ہمارے اندر سے جنم لیتے ہیں-ہمیں اپنے آپ کو درست کرنا ہے اور اسی طرح معاشرہ بھی ٹھیک ہو سکتا ہے-اگر ہم اپنے آپ پر کنٹرول کر لیں تو دنیا بھر میں امن حاصل کیا جا سکتا ہے-

ڈاکٹر سلیم مظہر

شعبہ فارسی (سابق ڈین اورینٹل کالج) پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Inculcating humility & patience among humans through philosophy of Sultan Bahoo & Mevlana Rumi

تعلیماتِ حضرت سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) کی روشنی میں

فحاشی و زنا سے بچنے کے طریقے

ایس ایچ قادری

عصر حاضر کی فتنوں میں سے سب سے بڑا فتنہ فحاشی و عریانی پھیل جانا ہے اس پر مستزاد یہ کہ اس کے جواز کے لیے دلائلِ عقلی کا انبار بھی لگایا جاتا ہے- مغربی ممالک میں تو اس فتنہ کو قانونی حیثیت حاصل ہو چکی ہے کیونکہ ان کی ملکی اکانومی کا ایک وافر حصہ اس قسم کی آمدنی پر منحصر ہے- اب اس کے اثرات مشرقی ممالک بالخصوص مسلم عوام میں بھی سرایت کر چکے ہیں- مغربی ممالک کی سیکولر عوام تو آخرت کو خیر آباد کہہ چکی ہے حتی کہ ان کی تشکیک نے ان کے دل و دماغ سے خدا کے وجود کو بھی مٹا ڈالا ہے، ان کے نزدیک زندگی صرف دنیا کی ہی زندگی ہے اس لیے جو کچھ حاصل کرنا ہے اسی دنیا میں ہی حاصل کرنا ہے جو لذت بھی لینی ہے وہ یہیں پر ہی لینی ہے، اُخروی لذتوں کا تو نہیں کوئی تصور ہی نہیں ہے جبکہ ایک مسلمان کا مقصدِ حیات ہی حیاتِ ابدی کی لذاتِ ابدی کا حصول ہے جو مغربی طرزِ فکر کو اختیار کر کے کبھی حاصل نہیں ہو سکتیں اس لیے فحاشی کی جو تعریف اور جواز مغربی مفکرین پیش کرتے ہیں وہ کبھی بھی مسلمانوں کے لیے مفید اور قابل قبول نہیں ہو سکتا لہٰذا اسے ''فن الاعضا'' یا ماڈلنگ جیسے پرکشش الفاظ کا جامہ پہنا کر مسلمانوں کو نہیں ورغلایا جا سکتا اور نہ ہی ورغلانے کی کوشش کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے- کیونکہ دنیا پرستوں اور خدا پرستوں کے مفادات میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے نیز مسلمانوں کی تمام اصطلاحات کا ماخذ و مرجع قرآن و حدیث اور اجماعِ امت ہے لہٰذا مسلمانوں کے لیے وہی چیز ہی اپنے مقصد کے حصول کے لیے مفید ہوگی جو خالقِ کائنات نے ہمارے لیے متعین کر دی ہے- قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فعلِ بد کو ہی فحاشی اور برا راستہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

> وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ط وَسَآءَ سَبِیْلًا (۱)
>
> ''اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ کہ یہ بے حیائی (فحاشی) اور (نہایت ہی) بُری راہ ہے-''

تمام فسادات میں سے سب سے بڑا فساد یہی فعلِ بد ہی ہے جو فحاشی و عریانی کا آخری نتیجہ اور منتہائے مقصود ہے- فرد ہو، قوم ہو، ملک ہو یا پورا عالم ہر ایک کی اصلاح میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی عمل ہے کیونکہ یہ عمل آباؤ اجداد کے نسب کو مٹا دیتا ہے، شرمگاہوں کی حفاظت مفقود ہو جاتی ہے، محرمات (ماں، بہن، خالہ، بیٹی وغیرھا) کی عزت غیر محفوظ ہو جاتی ہے، لوگوں میں عداوتیں، بڑی بڑی دشمنیاں اور بغض اسی فعلِ بد کی بدولت واقع ہو جاتا ہے- اس فعلِ بد کے نتائج سے جو نسل پروان چڑھتی ہے وہ بدزبان، بے حیا، بے غیرت، دین دشمن اور انسانیت دشمن ہوتی ہے-

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''محک الفقر'' میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرمان کو نقل فرمایا جس میں ارشاد ہوا کہ زنا دین کو تباہ کر دیتا ہے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-

> ''اولادِ آدم کے وجود میں چار جواہر ہیں جنہیں چار چیزیں تباہ کر دیتی ہیں- وہ جواہر یہ ہیں، عقل، دین، حیا اور اعمالِ صالحہ- غصہ عقل کو تباہ کرتا ہے، زنا دین کو تباہ کرتا ہے، طمع حیا کو تباہ کرتی ہے اور ریا اعمالِ صالحہ کو تباہ کرتا ہے-'' (۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''عقل بیدار'' میں بے یقین طالب کی تین اقسام ذکر فرمائی ہیں ان میں سے ایک اسی فعلِ بد کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بھی ہے-

''اس میں کوئی شک نہیں کہ بے یقین طالب مریدِ نفس وشیطانِ لعین کا قیدی ہوتا ہے یا وہ حرامی زنا کی پیداوار ہوتا ہے یا وہ شور زدہ زمین کا بیج ہوتا ہے۔'' (۳)

ایک تو یہ فعل بذاتِ خود فحاشی کے زمرے میں آتا ہے دوسرا جو اس کو اپنی عادت بنا لیتا ہے تو وہ بہت ہی بری راہ چل پڑتا ہے۔ فحاشی و عریانی ایسی بری راہ ہے جس میں مسافر عمر بھر بھٹکتا رہتا ہے، اس کی کوئی منزل نہیں ہوتی، اس کی بھول بھلیوں سے نکلنے کے امکانات کم ہوتے ہیں، جو مسافر کو کسی ایسی دلدل میں پھنسا دیتا جس سے نکلنے کے لیے جتنے ہاتھ پاؤں مارتا ہے مزید دھنستا چلا جاتا ہے۔ مغربی ممالک کی مثال لے لیں اس نے یہ راستہ اختیار کیا تو ان کا خاندانی نظام، نسلیں اور نسب برباد ہو گئے۔ ان کے چند دانشور اب سر پیٹتے ہیں لیکن پانی سر سے گذر چکا ہے۔

حضرت سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''محک الفقر'' میں علم وشریعت اور نفسِ امارہ کے مکالمہ کی صورت میں انسانی بدن کی پوری مملکت کا ایک تمثیلی خاکہ پیش فرمایا ہے جس کا مطالعہ ہمیں آج کی جدید طرزِ حکومت سے متعلقہ بہت سے سوالات کا جواب بھی دیتا ہے اور ایک اسلامی حکومت کا نقشہ بھی پیش کرتا ہے۔ اس میں آپ نے علم وشریعت کی زبانی واضح طور پر بتایا کہ اس فعلِ بد کی وجہ سے انسان کی غیرت ختم ہو جاتی ہے:

''.... ''اور یہ بات تو کسی عقلمند سے پوشیدہ نہیں کہ جب بادشاہ ناشائستہ کام کرے گا اور اُن پر مُصر بھی ہو گا تو ضرور سپاہ و رعیت بھی اُس کی اقتدا کرے گی کیونکہ عوام اپنے حکمران کے دین پر ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ملک میں فساد و گمراہی کی کثرت ہو گی جس کی وجہ سے مملکتِ بدن میں مختلف قسم کی خرابیوں اور امراض کا ظہور ہو گا اور صورتِ حال اس درجہ خراب ہو جائے گی کہ حکمائے زمانہ اور عقلائے یگانہ اُس کی اصلاح سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور نتیجے کے طور پر مملکت میں خرابی و پریشانی کا دور دورہ ہو گا اور خیر و برکت اُٹھ جائے گی لہٰذا امورِ ناشائستہ سے احتراز لازم و واجب ہے''۔ اس کے جواب میں نفسِ امارہ نے کہا کہ ''تمام شہوات ولذاتِ بشریہ سے بہتر لذت زنا کی ہے اور تمام مخلوق میں سے اشراف ترین مخلوق انسان ہے جو آدمی اشرف موجودات ہوتے ہوئے لذاتِ بشریہ سے شغل نہیں کرتا اور اُس کی اقامت کا اہتمام کرنے کی بجائے اُس کا اتلاف کرتا ہے تو یہ جائز نہ ہو گا کہ یہ قانونِ انصاف کی نفی ہے''۔ (نوٹ: نفسِ امارہ کی یہ وہی دلیل ہے جو عصرِ حاضر کے یورپی مفکرین اس بدفعلی کے جواز میں پیش کرتے ہیں)۔

علم وشریعت نے اس کے خلاف کہا کہ ''خواہشِ نفس سے زنا بالطبع ممنوع و مردود ہے کہ کلامِ مجیدِ ربانی میں اس پر اقامتِ حد کا حکم وارد ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ '' زانیہ عورت اور زانی مرد کو سو سو کوڑے لگائے جائیں۔''

دریائے نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں بھی پوری صحت کے ساتھ زنا کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عقلی دلیل سے بھی واضح ہے کہ انتظامِ امورِ عالم کا سارا دارومدار غیرت وحمیت پر ہے اور عدمِ غیرت آدمی کو حیوان سے بدتر بنا دیتی ہے کہ عدمِ غیرت فقدانِ عقل کا نتیجہ ہے''۔'' (۴)

علامہ ابن قیم نے بھی غیرت کی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

''و ھذا یدلك ان اصل الدین الغیرۃ من لا غیرۃ له لا دین له فا الغیرۃ تحمی القلب فتحمی له الجوارح فتدفع السوء و الفواحش و عدم الغیرۃ تمیت القلب فتموت له الجوارح فلا یبقی عندھا دفع البته ''(۵)

''دین کی اصل غیرت ہی ہے، جس میں غیرت نہیں اس کا کوئی دین ہی نہیں ہے، غیرت ہی کی وجہ سے انسان کا قلب اور اعضاء برائی اور فحاشی کا دفاع کر سکتے ہیں اور عدمِ غیرت قلب واعضاء کی موت کا سبب ہے یعنی ان میں فحاشی اور بدی سے اپنا دفاع کرنے کی قوت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''قلب میں غیرت کی مثال بدن میں اس دفاعی قوت کی مانند ہے جس کی مدد سے انسان مختلف بیماریوں سے اپنے بدن کا دفاع کرتا ہے جب وہ قوت ختم ہو جاتی ہے تو مختلف بیماریاں حملہ آور ہو کر انسان کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ غیرت کی مثال جانور کے اس سینگ کی مانند ہے جس سے وہ اپنا اور اپنے بچے کا دفاع کرتا ہے جب سینگ ٹوٹ جائے تو دشمن اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔'' (۶)

غیرت اور قوتِ مدافعت کے جس خاتمے کی بات علامہ ابن قیم اور حضرت سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے، آج انگریز مصنفین خود اس کا

آگ، نظر کی آگ، غفلت کی آگ، جہالت کی آگ، پیٹ کی آگ، زبان کی آگ، گناہوں کی آگ اور شرمگاہ کی آگ۔ شہوت کی آگ روزے کے بغیر نہیں بجھتی، حرص کی آگ ذکرِ موت کے بغیر نہیں بجھتی، حسد کی آگ طہارتِ قلب کے بغیر نہیں بجھتی، نظر کی آگ ذکرِ قلب کے بغیر نہیں بجھتی، غفلت کی آگ ذکر اللہ کے بغیر نہیں بجھتی، جہالت کی آگ علم کے بغیر نہیں بجھتی، پیٹ کی آگ رزقِ حلال کے بغیر نہیں بجھتی، زبان کی آگ تلاوت قرآن کے بغیر نہیں بجھتی، گناہوں کی آگ توبہ واستغفار کے بغیر نہیں بجھتی اور شرمگاہ کی آگ نکاح کے بغیر نہیں بجھتی۔'' (۱۲)

اس فعلِ بد سے بچنے کا ایک طریقہ تو شرعی نکاح ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت کا انکار کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ ہمارے معاشرے کی بدقسمتی ہے کہ اس میں جہیز اور دیگر اخراجات کی بے دریغ رسومات کی وجہ سے نکاح جیسے پاکیزہ عمل کو انتہائی مشکل بنا دیا گیا ہے۔ بدکاری کے عام ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ نکاح میں مشکلات کا درپیش ہونا بھی ہے۔ جو نوجوان نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے وہ اپنی شہوت اور شرمگاہ کی آگ بجھانے کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کرتے ہوئے راہِ راست سے بھٹک جاتے ہیں اور اپنی زندگیاں تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

شرعی نکاح نہ ہونے کی صورت میں یا نکاح کے بعد بھی اس فعلِ بد سے بچنے کا قرآن پاک نے ایک نسخہ عطا فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نظروں کی حفاظت کرو، لامحالہ تمہارے دل و دماغ اور جسم بدکاری سے محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''آپ مومن مردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ ان کے لیے بڑی پاکیزہ بات ہے۔ بے شک اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو یہ انجام دے رہے ہیں۔'' (۱۳)

یہی حکم اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو الگ دیا اور بڑی تفصیل سے فرمایا کہ:

''اور آپ مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے (اسی حصہ) کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے (اور چادریں) اپنے گریبانوں اور سینوں پر (بھی) ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (ہم مذہب، مسلمان) عورتوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمت گار جو خواہش و شہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو (کمسنی کے باعث ابھی) عورتوں کی پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے (یہ بھی مستثنیٰ ہیں) اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ (پیروں کی جھنکار سے) ان کا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ (حکمِ شریعت سے) پوشیدہ کیے ہوئے ہیں، اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو۔ اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ۔'' (۱۴)

نظر ہی سے فعلِ بد کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ گویا اس چنگاری کی مثل ہے جو مکمل گھر کو جلانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ نظر کی حفاظت ہی دراصل شرمگاہ کی حفاظت ہے کیونکہ علامہ ابن قیم نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظر شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے پس جس نے عورت کے حسن و جمال کو دیکھنے سے اپنی نظریں جھکا لیں تو اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے قلب کو ایمان کی حلاوت عطا فرما دے گا۔'' (۱۵)

فقہ کی کتب میں جہاں شہداء کی مختلف اقسام لکھی ہیں ان میں سے ایک وہ بھی ہے جس کی کسی عورت کے چہرے پر نظر پڑی اور وہ اس کے حسن و جمال کے عشق میں مبتلا ہو گیا پھر اس نے اللہ تعالیٰ کا حیا کرتے ہوئے دوبارہ اس کی طرف کبھی نہ دیکھا اور اسی دیوانگی کی وجہ سے فوت ہو گیا تو وہ بھی شہید کا درجہ پائے گا۔ علامہ ابن قیم نے نظر جھکانے کی توجیح کرتے ہوئے لکھا کہ

''انسان کو پہنچنے والے عام حادثات کی اصل اور بنیاد نظر ہے، نظر دل میں کھٹکا پیدا کرتی ہے، کھٹکے سے فکر پیدا ہوتی ہے، پھر فکر شہوت کو برانگیختہ کرتی ہے، شہوت سے ارادہ پیدا ہوتا ہے، جب ارادہ پختہ ہوتا ہے تو وہ ایک پختہ عزم بن جاتا ہے جس کے بعد لازمی طور پر فعلِ بد واقع ہو جاتا ہے بشرطیکہ کہ کوئی مانع نہ ہو اسی لیے کہا گیا ہے کہ (الصبر علی غض البصر ایسر من الصبر علی الم ما بعدہ) نظریں جھکا لینے پر صبر کر لینا اس

اعتراف کر رہے ہیں-ایک انگریز مصنف اپنے ملک کی اخلاقی آوارگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

’’عورتیں روز افزوں تعداد میں تجارتی کاروبار، دفتری ملازمتوں اور مختلف پیشوں میں داخل ہو رہی ہیں جہاں شب و روز ان کو مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے کا موقعہ ملتا ہے، اس چیز نے مردوں اور عورتوں کے اخلاقی معیار کو بہت گرا دیا ہے، مردانہ اقدامات کے مقابلے میں عورت کی قوتِ مزاحمت کو بہت کم کر دیا ہے اور دو صنفوں کے شہوانی تعلق کو تمام اخلاقی بندشوں سے آزاد کر کے رکھ دیا ہے-‘‘(۷)

اللہ تعالیٰ جو اس کائنات کا حکیمِ کلی ہے اس نے اس فعلِ بد کو شرک اور قتل کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے-فرمایا:

’’اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ (ہی) کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیرِ حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ (ہی) بدکاری کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سزائے گناہ پائے گا-اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ رہے گا-‘‘(۸)

شدّتِ گُناہ کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ گویا شرک، قتل اور زنا ایک ہی درجے کے گناہ ہیں کیونکہ ان کی سزا مجموعی طور پر ایک ہی بیان ہوئی ہے- بدکاری اتنا قبیح فعل ہے کہ اس کی قباحت انسانی عقول تو کیا بعض حیوانات بھی یہ فعل سخت ناپسند کرتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک روایت حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

’’میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندر کو دیکھا جس نے ایک بندریا سے زنا کیا تو بہت سارے بندر ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے اور اور انہوں نے ان دونوں کو پتھروں سے رجم کر دیا-‘‘(۹)

اللہ تعالیٰ کو اگر کسی فعلِ بد پر بہت زیادہ غیرت آتی ہے تو وہ یہی فعل ہے-صحیح بخاری میں ہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ کسوف ادا فرمانے کے بعد لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یا امة محمد و اللّٰہ ما من احد اغیر من اللّٰہ ان یزنی عبدہ او تزنی امته ، یا امة محمد و اللّٰہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا"(۱۰)

’’اے امتِ محمدیہ! اس وقت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ غیرت آتی ہے جب کوئی اس کا بندہ یا باندی اس فعلِ بد میں مبتلا ہوتی ہے-اے امتِ محمدیہ اللہ کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے-‘‘

رسول اللہ ﷺ کے علم کی ایک معمولی سی جھلک ’’موطا امام مالک‘‘ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ایک روایت میں ہے جو اقتدار کے ایوانوں میں سنہری حروف سے کندہ کرنے کی مستحق ہے-انہوں نے فرمایا:

’’جس قوم میں مالِ غنیمت سے خیانت عام ہو جائے ان کے دلوں میں رعب بیٹھ جاتا ہے، جس قوم میں زنا پھیل جائے ان میں کثرت سے اموات ہونی شروع ہو جاتی ہیں، جس قوم میں ناپ تول کی کمی ہونی شروع ہو جائے ان کا (روحانی) رزق منقطع ہو جاتا ہے، جو قوم غلط فیصلے کرنے لگ جائے ان میں قتل و غارت اور خونریزی عام ہو جاتی ہے، جو قوم وعدوں کو توڑنے لگے تو اس پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے-‘‘(۱۱)

بدکاری پھیلنے سے موت کی کثرت ہونا کیا یہ اسی ایڈز کی بیماری کی طرف اشارہ نہیں ہے جو آج کل ایک وبا کی شکل میں پھیل چکی ہے-پاکستان میں کچھ عرصہ تو اس کی بھرپور آگاہی مہم چلائی گئی اور کئی نوجوان اس موت سے ڈر کر اس فعلِ بد سے تائب بھی ہو گئے لیکن اب نہ جانے کیوں اس کی اشاعت و تبلیغ بہت کم دکھائی دیتی ہے-

تعلیماتِ حضرت سلطان باھو میں فحاشی سے بچنے کے طریقے:

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’’کلید التوحید کلاں‘‘ میں ایک حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے-جس میں رسول اللہ ﷺ نے شہوت اور شرمگاہ کی آگ بجھانے کا طریقہ ذکر فرمایا ہے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے-’’بے شک اولادِ آدم کے وجود میں دس قسم کی آگ بھری ہوئی ہے یعنی شہوت کی آگ، حرص کی آگ، حسد کی

وعید بھی سنادی ہے:

"فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو اُن سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے حصے کی پاکیزہ چیزیں حیاتِ دنیا ہی میں ضائع کر چکے ہو۔" یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن بیگانوں سے فرمائے گا کہ تم نے دنیا میں اپنی چاہت کی کوئی آرزو تشنہ کام نہیں چھوڑی نہ حلال سے نہ حرام سے، اب تمہیں آگ میں جلایا جائے گا، تم اپنی طیب چیزیں دنیا ہی میں ضائع کر چکے ہو، تم اپنی ہر خوشی و ہر آرزو دنیا ہی میں پوری کر چکے ہو آج تمہارے لئے خوار کرنے والا عذاب ہے، آج ہم تمہیں خوار کریں گے۔" (۲۲)

یہی تو وہ مغربی طرزِ فکر ہے کہ چاہے حرام ہو یا حلال وہ دنیا میں اپنی ہر چاہت اور آرزو پوری کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ہمیں آج ہی یہ طے کر لینا چاہیے کہ ہمیں دنیاوی عارضی لذتوں کو حاصل کرنا ہے یا اخروی دائمی لذتوں کو طلب کرنا ہے۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا خلاصہ تو یہی ہے کہ اللہ کا طالب کبھی گمراہ نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کے طالب میں عبادالرحمٰن کی تمام صفات آجاتی ہیں،

﴿وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝﴾ (۲۳)

اور (خدائے) رحمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں۔

وہ تکبر و غرور نہیں کرتے، جہلا سے الجھتے نہیں ہیں، ان کی راتیں قیام و سجود میں گزرتی ہیں، اقتصادی میانہ روی اختیار کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی اور کو شامل نہیں کرتے، کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے، وہ زنا و بدکاری میں مبتلا نہیں ہوتے، وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے، صحبتِ بد سے حتی الامکان دور رہتے ہیں، اندھی تقلید کی بجائے محققانہ طرزِ فکر اختیار کرتے ہیں، اولاد کی تربیت کرتے ہیں اور فحاشی پھیلانے کی بجائے تقویٰ و پرہیزگاری کے فروغ کا باعث بنتے ہیں۔ ان کے برعکس عبادالشیطان ہیں۔ ہم عبادالشیطان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا عبادالرحمٰن کی فہرست میں آنا چاہتے ہیں؟؟ اس کا فیصلہ ہم نے خود کرنا ہے اور ہمارے اعمال ہمارے گواہ ہوں گے۔

☆☆☆

حوالہ جات:

(۱) (سورۃ الاسراء ۱۷، آیت ۳۲) (۲) (حضرت سلطان باھُو، "محکُ الفقر"، ص:۷۸۱، العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان)

(۳) (حضرت سلطان باھُو، "عقل بیدار"، ص:۲۲۷، العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان) (٤) (حضرت سلطان باھُو، "محکُ الفقر"، ص: ۷٦۷، العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان)

(٥) (علامہ ابن قیم الجوزیہ، الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی، ص:٦۸، عکسی نسخہ) (٦) (ایضاً، ص:٦۸)

(۷) (پروفیسر ڈاکٹر عابدہ علی، عورت قرآن و سنت اور تاریخ کے آئینے میں، ص:۷۷٥، اسلامک پبلی کیشنز لوئر مال لاہور)

(۸) (سورۃ الفرقان ۲٥، آیت ٦۸،٦۹) (۹) (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب القسامۃ فی الجاهلیۃ، حدیث نمبر ۳۸٤۹)

(۱۰) (صحیح بخاری، باب صدقہ فی الکسوف، حدیث نمبر ۱۰٤٤) (۱۱) (موطا امام مالک، کتاب الجهاد، ما جاء فی الغلول، حدیث نمبر ۱٦۷۰، عکسی نسخہ) (۱۲) (حضرت سلطان باھُو، "کلید التوحید کلاں" ص:٤۹۱، العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان)

(۱۳) (سورۃ النور ۲٤، آیت نمبر ۳۰) (۱٤) (سورۃ النور ۲٤، آیت نمبر ۳۱)

(۱٥) (ابن قیم الجوزیہ، الجواب الکافی-----ص:۱٥۲، عکسی نسخہ)

(۱٦) (ایضاً ص:۱٥۳، عکسی نسخہ) (۱۷) (حضرت سلطان باھُو، "کلید التوحید کلاں"، ص: ٦۱، العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان) (۱۸) (حضرت سلطان باھُو، "محکُ الفقر"، ص:۷٥۳، العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان)

(۱۹) (ایضاً ص: ۷٥۳) (۲۰) (حضرت سلطان باھُو، "کلید التوحید کلاں"، ص: ۱٥۹، العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان)

(۲۱) (حضرت سلطان باھُو، "محکُ الفقر"، ص: ٥۹۹، العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان)

(۲۲) (ایضاً ص: ۳٥٥) (۲۳) (الفرقان:٦۳)

> تکلیف پر صبر سے بہتر اور آسان ہے جو بعد میں درپیش ہوتی ہے۔'' (۱۶)

قارئین! آپ اِن مذکورہ اقوال اور اپنے ذاتی مشاہدات کی روشنی میں خود فیصلہ کریں کہ ہمارا انٹرٹینمنٹ میڈیا معاشرے میں کیا خدمات سرانجام دے رہا ہے؟ وہ تعلیمی و تعمیری کردار ادا کرنے کی بجائے صرف شیطانی سرود، حسن پرستی اور شراب نوشی کو ہی ہوا دے رہا ہے یعنی ایک ایسا زہر جسے بڑے حسین انداز سے ہمارے قلوب و اذہان میں انڈیلا جا رہا ہے جس کی قباحتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں کے اندر مخفی رازوں کو۔'' سرود و حسن پرستی زنا کا بیج ہے اور شراب نوشی خیانت کا بیج ہے۔'' (۱۷)

ممکن ہے کچھ لوگوں کو اس بات سے کلیۃً اتفاق نہ ہو اور وہ یہ دلیل پیش کریں کہ فن الاعضاء یا ماڈلنگ کرنے والے سب لوگ ایسے نہیں ہوتے تو یقیناً ایسا ممکن ہے اچھے لوگوں کے ہونے سے ہی تو معاشرے میں آٹے میں نمک برابر ہی سہی مگر اچھائی موجود ہے لیکن کون کس وقت کیسے بہک سکتا ہے اس کی انسان کو اتنی خبر نہیں جتنی انسان کے نفس اور شیطان کو ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی فعلِ بد سے بلاواسطہ منع کرنے کی بجائے اس کی قربت سے بھی منع فرمادیا کہ (لا تقربوا الزنا) اس فعلِ بد کے قریب لے جانے والے اعمال بھی اختیار نہ کرو ورنہ نفس اور شیطان تمہیں کسی وقت بہکا سکتے ہیں۔ اس لیے حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ مخصوص مقامات اور حالات میں نفس کی مختلف کیفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''جان لے کہ طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ آفاتِ نفس کو پہچانے کہ نفس غلبۂ شہوت کے وقت اندھا حیوان بن جاتا ہے اور چوپائے جانور کی طرح بے عقل دیوانہ بن جاتا ہے، شکم سیری کے وقت فرعون بن جاتا ہے، بھوک کے وقت درندہ بن کر دیوانے کتے کی طرح حرام خور بن جاتا ہے، حکمرانی و اقتدار کے وقت پُرغضب و بے ترس ظالم بن جاتا ہے، محفل سرود ہو تو خود پسند ہو کر طالب زنا و فتنہ انگیز بن جاتا ہے اور شیطان سے متفق ہو کر اُس کا مونس بن جاتا ہے، غصے کی حالت میں دیوانہ دیو اور پاگل جن بن جاتا ہے۔'' (۱۸)

اب آپ خود بتائیں کہ اس نفس اور شیطان کے چنگل سے کون کیسے بچ سکتا ہے؟ ان کے اثرات سے بچنے کی ایک تجویز پیش کرتے ہوئے حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''جو نفس تلاوتِ قرآن، ذکرِ رحمٰن، نص و حدیث، تفسیر، مسائلِ علمِ فقہ، اقوالِ مشائخ اور روایت و ہدایت کے مطالعہ کے وقت استغراق فنا فی اللہ ذات میں ڈوب جاتا ہے، وہ صاحبِ توفیق رفیق، دین میں راسخ قوی مسلمان اور محرمِ اسرارِ ذاتِ حق یار جانی بن جاتا ہے۔'' (۱۹)

تمام دنیاوی، شیطانی و نفسانی تصورات کو زائل کرنے کے لیے بطور نسخۂ کیمیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسم اللہ ذات کا تصور عطا فرمایا جو آپ کی تمام تعلیمات کا خلاصہ، نچوڑ اور انسان کا مقصدِ حیات ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''تصور اسم اللہ ذات کی ریاضت سے سخت تر و بہتر ریاضت اور کوئی نہیں جو سر سے لے کر پاؤں تک سارے وجود کو ہمیشہ کے لیے پاک کر دیتی ہے کیونکہ تصور اسم اللہ ذات سے وجود میں وہ آگ پیدا ہوتی ہے کہ جس کے ایک ہی ذرے سے دوزخ کی آگ بھڑکائی گئی ہے۔'' (۲۰)

اسی تصور اسم اللہ ذات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

> ''جان لے کہ جب ذکر اللہ کی تکرار سے اسمِ اَللّٰہُ وجود میں گویائی پکڑتا ہے تو اُس کی برکت سے ظاہر باطن کا تمام علم واضح ہو جاتا ہے، روح صاحبِ محاسبہ قاضی بن جاتی ہے، دل صاحبِ فتویٰ مفتی بن جاتا ہے، نفس چور قید ہو جاتا ہے، توفیقِ الٰہی نفس کے ساتھ مدعا علیہ بن جاتی ہے اور تمام اعضاء کر محاسبہ کی خاطر گواہ بن جاتے ہیں یا یوں کہیے کہ وجود میں نفس کے خلاف نو گواہ پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ دو آنکھیں جن کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ '' آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔'' دو کان جن کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اُس میں نہ سنیں گے یاوہ گوئی اور نہ وہ مکریں گے۔'' ایک زبان کہ جس کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ '' کوئی نہیں بول سکے گا سوائے اُس کے جسے رحمٰن اجازت دے گا اور وہ بات بھی درست کرے گا'' اور دو ہاتھ اور دو پاؤں جن کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور اُن کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور اُن کے پاؤں اُن کے کئے کی گواہی دیں گے۔'' اس محاسبہ سے نفس امارہ مسلمان ہو جاتا ہے اور تائب ہو کر گناہوں سے باز آ جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ '' اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی طرف، صاف دل سے توبہ۔'' (۲۱)

فحاشی اور بدکاری سے بچنے کے لیے جو اِن تمام مذکورہ بالا امور میں سے کوئی امر بھی اختیار نہیں کرتا تو اس کے لیے آپ نے آخرت کے عذاب کی

امیر الکونین

تصنیفِ لطیف از:
سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین
حضرت سخی سلطان باھُوؒ

قسط: ۱۵

مترجم: سید امیر خان نیازی

پس درسِ علم دو قسم کا ہے، ایک علمِ ظاہر و درسِ ظاہر ہے جو شرع شریف قضا ہے۔ سارا جہان شرع شریف قضا کی قید و گرفت میں ہے۔ دوسرا علمِ باطن و درسِ باطن ہے جو معرفتِ لطیفِ رضا ہے۔ علمِ باطن کے سات درس ہیں، سات طریق ہیں اور سات قسم کی توفیقِ جمعیت و حکمت کی تحقیق ہے۔ علمِ باطن کا عالم مرشد عارف طالبوں کو باطن کے تمام مطالب تک پہنچاتا ہے۔ اوّل علمِ ذکر و درسِ ذکر و عالمِ ذکر ہے۔ دوم علمِ فکر و درسِ فکر و عالمِ فکر ہے۔ سوم علمِ مذکور و درسِ مذکور و عالمِ مذکور ہے۔ چہارم علمِ الہام و درسِ الہام و عالمِ الہام ہے۔ پنجم علمِ مشاہدۂ حضور و درسِ مشاہدۂ حضور و عالمِ مشاہدۂ حضور ہے۔ ششم علمِ غرق و درسِ غرق و عالمِ غرق ہے۔ ہفتم علمِ معرفت مشرفِ دیدار و درسِ معرفت مشرفِ دیدار و عالمِ معرفت مشرفِ دیدار مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا دائم فی الانوار مطالعۂ دیدار ہے۔ یہ مراتب اِن آیاتِ کریمہ کے مطابق انسانِ کامل کا نصیبہ ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ’’نہ آنکھ دیدار سے ہٹی اور نہ حد سے بڑھی‘‘۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ’’انسان کو وہ علم سکھایا جو کوئی نہیں جانتا تھا‘‘۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ’’اُسے علمِ لدنی سکھایا گیا‘‘۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ’’اپنے ربّ کے ذکر میں اس طرح غرق ہو جا کہ تُو خود کو بھی بھول جا‘‘۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ’’اور آدم کو تمام اسما کا علم سکھا دیا‘‘۔ معرفتِ توحیدِ الٰہی تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ تقویٰ اور اہلِ تقویٰ عالم چار قسم کے ہیں: اوّل متقی و علمِ تقویٰ فقہ ہے کہ مسائل فقہ زبان پر رہیں اور حلال کھائے اور سچ بولے۔ دوم متقی و علمِ تقویٰ علمِ تصدیق ہے جسے متقی تفکرِ فنائے نفس کہتے ہیں۔ سوم متقی و علمِ تقویٰ فیض ہے جو باعثِ فرحتِ روح ہے۔ چہارم متقی و علمِ تقویٰ فضل ہے جس سے متقی مشاہدۂ اسرارِ پروردگار سے مشرفِ دیدار ہوتا ہے۔ یہ نصیبہ اُسے روزِ الست سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ جملہ مراتبِ متقی جب یکجا ہوتے ہیں تو اِس مجموعے کو تقویٰ ہدایت کہتے ہیں یعنی اس تقویٰ کا عالم ازلی فیض و فضل کا عالم ہوتا ہے جو اِس آیت کریمہ کے مطابق ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ’’اِس میں ہدایت ہے اُن اہلِ تقویٰ کے لئے جو عالمِ غیب پر ایمان رکھتے ہیں‘‘۔ پس ایسے صاحب تقویٰ پر راہِ باطن میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری اور بعین عیان دیدار و لقائے ربانی روا ہے، وہ دونوں جہان کا تماشا دیکھتا ہے، اُسے لقائے الٰہی بھی حاصل ہوتا ہے اور لقائے جنت بھی۔ پس وہ لاھوت لامکان میں مشرفِ دیدار عالمِ رحمتِ رحمٰن ہوتا ہے۔ جو عالم علمِ دیدار نہیں جانتا اور علمِ دیدار کا سبق نہیں پڑھتا وہ مجہول ہے کہ وہ باطن میں معرفتِ الٰہی سے بے خبر و بے حصول ہے۔ اگر راہِ باطن میں اِس قسم کی کرامت و نعمتِ دیدار و دولت و مداومت و مشاہدۂ لقائے حضور و مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری نہ ہوتی تو راہِ باطن کے تمام سالک گمراہ ہو چکے ہوتے۔ مرد طالب کے لئے وہ کون سی راہ ہے کہ جس میں ایک ہی نظر سے معرفت اللہ دیدار اور سارے جہان کا ظاہری و باطنی تقویٰ اور معرفتِ ذکر فکر نور حضور مذکور دیدار و مشاہدہ و قربِ قدس و جمعیتِ جلیل کل و جز کا تمام لشکر اُس کی قید و قبضہ و تصرف میں آ جائے؟ وہ حاضراتِ اسم اللہ ذات و حاضراتِ جملہ آیاتِ قرآن و اسمِ اعظم اور حاضراتِ کلمہ طیبات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی راہ ہے جس کا سبق مرشدِ کامل طالبِ صادق کو پہلے ہی روز پڑھا دیتا ہے اور پوری توفیق و تحقیق کے ساتھ کھول کر عین بعین دکھا دیتا ہے۔ ایسا ہی باتوفیق مرشدِ کامل رفیقِ راہ ہونا چاہیے۔ یہ ہیں مراتب عارفانِ اہلِ شرع کے اے احمق اہلِ بدعت زندیق۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (جاری ہے)

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

ثابت عشق تنہاں نیں لدھا جنہاں ترٹی چھوڑ چا کیتی ھو
ناں اوہ صوفی ناں اوہ صافی ناں سجدہ کرن مسیتی ھو
خالص نیل پرانے اتے نہیں چڑھدا رنگ مجیٹھی ھو
قاضی آن شرع ول باھو کدی عشق نماز نہ نیتی ھو

TRANSLATION

Those who have spent their livelihood attain established Ishq Hoo
They are not Sufi or saafi (pure) neither they prostrate in mosque Hoo
Yellowish green can never appear upon colour true blue Hoo
Qazi (religious judges) turns towards Sharia " Bahoo" they never initiated prayer in love Hoo

ROMAN

Sabit ishq tinhaaN neeN ladha jinhaaN taratti choR cha keeti Hoo
NaaN oh soofi naaN oh saafi naaN sajdah karan maseeti Hoo
Khalis neel poraney ottey naheeN char'Rhda rang majaiThi Hoo
Qazi aaN shara wal "Bahoo" kadi ishq namaz nah neeti Hoo

Translated by; M. A. Khan

حکایاتِ باھُو

ایم رحمت

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک وزیر کے دل میں ذوقِ الٰہی پیدا ہوا اور اُس نے بادشاہ کی خدمتِ وزارت چھوڑ کر راہِ فقر اختیار کر لی۔ ایک مدت کے بعد بادشاہ کی اُس سے ملاقات ہوئی تو بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تم نے میری ملازمت کیوں چھوڑی؟ وزیر جو اُس وقت تک درویش بن چکا تھا اُس نے نعرہ مارا اور کہا کہ اے بادشاہ! تجھ میں پانچ باتیں تھیں، ایک یہ کہ تُو میرے سامنے کھانا کھاتا تھا لیکن مجھے نہیں کھلاتا تھا۔ اب مَیں اُس خدائے پاک کی خدمت میں ہوں جو خود نہیں کھاتا مگر مجھے کھلاتا ہے۔ دوسری یہ کہ مَیں تیرے سامنے کھڑا رہتا تھا لیکن تُو نے مجھے کبھی بیٹھنے کو نہیں کہا تھا اب مَیں اپنے پروردگار کی خدمت میں ہوں تو وہ مجھے چار رکعات کی نماز میں دو مرتبہ بٹھاتا ہے جس سے مجھے اُس کی عبادت کرنے میں آسانی رہتی ہے تیسری یہ کہ تُو سوتا تھا اور مَیں تمام رات تیری حفاظت کے لئے جاگتا تھا، تم نے کبھی نہیں کہا تھا کہ گھڑی بھر تم بھی سو لو۔ اب مَیں اپنے پروردگار کی خدمت میں ہوں تو وہ خود نہیں سوتا بلکہ میری حفاظت کرتا ہے اور مَیں سوتا ہوں۔ چوتھی یہ کہ مَیں ہر وقت ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں تم مر نہ جاؤ۔ اب مَیں اپنے پروردگار کی خدمت میں ہوں جسے خود تو مرنا نہیں لیکن مجھے اُس نے اپنے ذکر سے حیاتِ جاوداں بخش دی ہے پانچویں یہ کہ مَیں ہر وقت ڈرتا رہتا تھا کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی تو تُو مجھے سزا دے گا۔ اب مَیں اپنے پروردگار کی خدمت میں ہوں تو مجھے ایسا کوئی خطرہ نہیں کہ اگر مجھ سے کوئی خطا ہو بھی جاتی ہے تو مَیں توبہ واستغفار کر لیتا ہوں اور وہ مجھے بخش دیتا ہے۔ (محک الفقر کلاں: ۱۳۳)

MUSLIM Institute
INTERNATIONAL CONFERENCE ON
SULTAN BAHOO & MEVLANA RUMI
09 December, 2014 at: Islamabad Club, Islamabad.
SESSION-1
Sahibzada Sultan Ahmad Ali
H.E. Mr. Makarevic Nedim
Prof. Dr. Muhammad Saleem Mazhar
H.E. Mr. Jonorov Sharafi
Pir Syed Ibrahim Shah
Prof. Dr. Erkan Turkmen
Receptionists
SESSION-2
Dr. Nurali Nurzad
Prof. Dr. Aalia Sohail Khan
Prof. Dr. Farid ud Din Khan
Prof. Dr. Ali Asghar Chishti
Barrister Zafar Ullah Khan
SESSION-3
Mr. Sikandar Ismail Khan
Prof. Dr. Muhammad Saleem Mazhar
Prof. Dr. Erkan Turkmen
Sahibzada Sultan Ahmad Ali

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَعَنَ اللّٰہُ الْخَمْرَ وَشَارِبَھَا وَسَاقِیَھَا
وَبَائِعَھَاوَ مُبْتَاعَھَاوَ عَاصِرَھَاوَ مُعْتَصِرَھَاوَ حَامِلَھَاوَ الْمَحْمُوْلَۃَاِلَیْہِ

(سنن ابی داؤد، کتاب الاشربۃ، باب العنب یعصر للخمر حدیث نمبر ۳۶۷۴، اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" کتاب الاشربۃ باب لعنت الخمر علی عشرۃ اوجہ حدیث نمبر ۳۳۸۰)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے شراب پر لعنت بھیجی، شراب پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، شراب بنانے والے پر، جس کے لیے بنائی گئی، شراب کو لے جانے والے پر، جس کو پہنچائی گئی، ان سب پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔"

A Public Awareness Message